1758
امیرِ ملت رحمۃ اللہ علیہ
اور
آل انڈیا سنی کانفرنس
مصنفین
محمد صادق قصوری ◎ مفتی محمد عبد القیوم خان
اشاعت
حافظ خواج دین نقشبندی جماعتی مہتمم
دار العلوم جامعہ جماعتیہ حیات القرآن رجسٹرڈ ۰ بازار پاپڑ منڈی، اندرون شاہ عالمی گیٹ، لاہور
1991

17

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امیرِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ

اور

آل انڈیا سُنّی کانفرنس

مصنفین

محمد صادق قصوری

مفتی محمد عبدالقیوم خان

اشاعت

حافظ خواج دین نقشبندی مہتمم

دارالعلوم جامعہ جماعتیہ حیات القرآن رجسٹرڈ

بازار پاپڑ منڈی، اندرون شاہ عالمی گیٹ لاہور

عنوان: امیرِ ملتؒ اور آل انڈیا سُنی کانفرنس

مصنفین

محمد صادق قصوری

مفتی محمد عبدالقیوم خان

نگران: ـــ حافظ خواج دین

کتابت: مہدی حسن کریمیہ دارالکتابت چوک متی لاہور

ناشر: دارالعلوم جامعہ جاعتیہ حیات القرآن رجسٹرڈ

طابع: ابوالمعالی پرنٹنگ پریس، لاہور

تاریخ اشاعت: ـــ مئی ۱۹۹۱ء

تعداد اشاعت: بار اوّل ـــ ایک ہزار

قیمت ـــ ۱۵ روپے صرف

امیرِ ملتؒ اور آل اِنڈیا سُنی کانفرنس

بیسویں صدی کے تیسرے عشرے کی ابتدا میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو مرتد بنانے اور قتل کرنے کے لیے شدھی تحریک کا آغاز کیا اور ہر قسم کے ساز و سامان سے لیس ہو کر اپنی مکروہ و مذموم سکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے میدانِ عمل میں اُتر آئے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایسی درسگاہیں اور ٹریننگ سنٹر کھولنے شروع کر دیئے جس میں نوعمر ہندوؤں کو اسلام کے خلاف نفرت کا درس دیا جانے لگا اور فنونِ حرب سے آگاہ کرنے کا بندوبست کیا گیا۔ اس کے علاوہ ہندوؤں نے جُبہ و دستار پوش حضرات کے ایک گروپ کو طمع و لالچ دے کر اپنی لنگوٹی کا اسیر بنا لیا اور لوگ سوادِ اعظم اہلسنت وجماعت کو کفر و شرک کے فتوؤں سے نوازنے لگے۔

ہندوؤں نے جب محسوس کیا کہ اُنہوں نے اپنی جڑیں کسی حد تک مضبوط کر لی ہیں اور جُبہ و دستار پوش حضرات جن کی زبانوں سے "قال اللہ، قال الرسول" کی صدائیں بلند ہوتی تھیں لیکن دل رام رام اور واہگرو کرتے تھے۔ اُن کے ساتھ ہیں۔ تو اُنہوں نے اپنی سرگرمیاں تیز تر کر دیں تاکہ مسلمانوں کا نام و نشان مٹا کر خالص ہندوازم کا معاشرہ تشکیل دیا جا سکے۔

ہندوؤں کے اس ناپاک منصوبے کو ناکام بنانے کے لیے ہمارے علماء و مشائخ دیوانہ وار میدان میں کُود پڑے اور اس خبیث اور شیطانی اسکیم کو ملیامیٹ کر دیا سنوسیِٔ ہند امیرِ ملت حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ (ف ۱۹۵۱ء) زیرِ قیادت

صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء) مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (ف ۱۹۵۴ء) مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی (ف ۱۹۸۱ء) تاج العلماء مولانا مفتی محمد عمر نعیمی مرادآبادی (ف ۱۹۶۶ء) مولانا نثار احمد کانپوری (ف ۱۹۳۱ء) مولانا سید غلام قطب الدین برہمچاری (ف ۱۹۳۲ء) حضرت مولانا غلام بھیک میرنگ انبالوی (ف ۱۹۵۲ء) قدس اسرارہم اور اُن کے متبعین نے اس سلسلے میں عدیم النظیر کارنامے سرانجام دیئے۔ اِن حضرات نے مختلف طریقوں سے اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے اپنے آپ کو بڑی بڑی آزمائشوں میں ڈالا۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی قائم کردہ انجمن خدام الصوفیہ ہند نے جو تاریخ ساز کردار ادا کیا وہ عدیم النظیر ہے۔ آپ نے اس فتنہ کو کچلنے کے لیے طوفانی دورے کیے، سینکڑوں مبلغ میدانِ ارتداد میں بھیجے، کئی مدرسے قائم کئے اور اپنی جیبِ خاص سے بے شمار روپیہ صرف کر کے اسلام اور قوم کی لاج رکھ لی۔ اس سلسلہ میں آگرہ میں آپ کا ہیڈکوارٹر عرصہ دراز تک رہا۔ [1]

لیکن ہندو اپنی سرشت سے مجبور ہو کر آئے دن نت نئی سکیمیں بناتا رہا تاکہ برصغیر سے مسلمانوں کو ختم کر دیا جائے۔ اِن حالات میں حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین احمد مرادآبادی (ف ۱۹۴۸ء) نے یہ نظریہ قائم کیا کہ اگر ہم نے منظم ہو کر جدوجہد نہ کی تو چند سال بعد ہندوؤں کا مقابلہ کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے برصغیر کے ہر ایک سُنی عالم کو جھنجھوڑا اور مہیب خطرات سے آگاہ کیا کہ اگر تم اب بھی ہوش میں نہ آئے اور اپنی تنظیم نہ کی تو پھر جو انجام ہونا ہے اُس کے لیے تیار ہو جاؤ چنانچہ اس مقصد کے لیے آپ نے ملک کے تمام اعاظم و اکابرِ اہلسنت علماء و مشائخ کو مرادآباد مدعو کیا تاکہ سر جوڑ کر اس مسئلے کا حل

---

[1] "حیاتِ صدر الافاضل" از مولانا غلام معین الدین نعیمی طبع دوم، لاہور ص ۸۰-۱۷۹، "محدث علی پوری کے قومی کارنامے" از مولانا عبدالمجید قصوری مطبوعہ آگرہ ۱۹۲۵ء ص ۱۳ تا ۱۵۔ ہفت روزہ "اُفق" کراچی "کل پاکستان سُنی کانفرنس نمبر ۱۹۷۸ء" بابت ۱۲/ اکتوبر تا ۲۲/ اکتوبر ۱۹۷۸ء ص ۱۸۔

تلاش کیا جا سکے۔

حضرت امیر ملت قدس سرّہٗ، جو خود بڑی متحرک اور حسّاس طبیعت کے مالک تھے اور سوادِ اعظم کی فعال تنظیم کے لیے عرصہ سے بے چین تھے، انہوں نے سب سے پہلے حضرت صدر الافاضل کی دعوت کو شرفِ قبولیت بخشا اور اپنی تمام تر کوششیں اس سلسلے میں صرف کر دیں۔ چنانچہ آپ کی تائید و حمایت اور زیر سرپرستی ۱۷، ۱۸، ۱۹ ر مارچ ۱۹۲۵ء کو مراد آباد (انڈیا) میں پہلی آل انڈیا سنّی کانفرنس بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوئی۔ اس عظیم الشان اور فقید المثال اجتماع کو کامیاب و کامران بنانے کے لیے برّصغیر کے کونے کونے سے حضرات علماء مشائخ کرام، مراد آباد جلوہ افروز ہوئے اور بڑے غور و خوض کے بعد آل انڈیا سنّی کانفرنس کی داغ بیل ڈالی گئی اور اتفاق رائے سے حضرات امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کو صدر اور صدر الافاضل مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔

اس کانفرنس کے متعلق بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ مجموعی حیثیت سے ہندوستان میں قومی قوت سے اس درجہ شاندار اجتماع کی مثال نہیں مل سکتی، وہ حضرات جن کے سامنے ہندوستان کا مشرق و مغرب ہے اور جنہوں نے ایسے ایسے جلسے دیکھے ہیں، جن کا تذکرہ بھی ہم لوگوں کو عجیب معلوم ہوتا تھا، اُن کا بیان ہے کہ اس قدر منظم، با قاعدہ اور پُر شوکت جلسہ کبھی نظر سے نہیں گزرا اور نہ شرکت سے پہلے گمان تھا کہ کانفرنس کا افتتاح اس شان و شوکت سے ہوگا۔

اس کانفرنس کی سب سے پہلی چیز جو ہر کسی کو متاثر کرتی تھی، وہ رضا کاروں کی جمعیت تھی جن کی تعداد کئی سو تھی۔ یہ لوگ باقاعدہ وردیاں پہنے ہوئے نہایت صبر و سکوت کے ساتھ اپنی ڈیوٹی سر انجام دیتے تھے۔ کانفرنس کی تاریخوں میں ایک ساعت بھی ایسی نہیں ملتی جس میں رضا کاروں کی راحت کا انتظام ہو۔ اسٹیشن پہ گاڑی کے وقت اُن کی کافی جمعیّۃ کا پہنچنا ضروری تھا۔ ہر خیمہ پہ دو رضا کار متعیّن تھے جو رات دن مہمان نوازی کا فرض ادا

درجے کے خادموں کی طرح کرتے تھے اور رات بھر ہر خیمہ کی نگرانی دو رضا کاروں کے سپرد تھی، رضا کاروں کے انتخاب لاجواب میں غالباً اس بات کا زیادہ لحاظ رکھا گیا تھا کہ وہ پست آواز ہوں اور معمولی اشاروں سے وہ زیادہ کام لے سکتے ہوں۔ چنانچہ سینکڑوں کی جماعت موجود تھی اور ہر کام باقاعدہ جاری تھا، مگر خیمہ کے اندر بیٹھنے والا کبھی خیال بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اس میدان میں اس خیمہ کے سوا بھی کوئی آبادی ہے۔ بعض حضرات بلیساختہ کہہ اُٹھے تھے کہ اس ملکوتی انتظام کو کیا کہا جا سکتا ہے کہ چار دن تک کانفرنس کے ارد گرد کی زمین پر نہ کتا نظر آیا اور نہ کوئی پرندہ۔ خیمہ سے باہر نکلو تو ایک میلہ ہے لیکن اس قدر ساکت کہ گویا ہر ایک مراقب ہے اور ادائے فرض میں مشغول ہے۔ کیا اس پر تعجب نہیں کیا جائے گا کہ جس باورچی خانہ میں دو وقت ہزاروں افراد کے لیے کھانا پکتا ہو، اُس سے دیگ کے ٹھوکنے کی صدا بھی نہیں نکلتی اور زمین پر کیچڑ نظر آتا ہے۔ یہ رضا کار مہمانوں کی جوتیاں سیدھی کرنے والے وہ لوگ تھے جن میں بعض فارغ التحصیل علماء اور بعض درجۂ تکمیل کے طلبہ اور بعض روسائے شہر کے نونہال فرزند وغیرہ وغیرہ یہ انہی رضا کاروں کا کام تھا کہ بغیر کسی شور و غل کے بیک وقت ہر خیمہ میں روزانہ تین وقت کھانا پہنچا دیتے تھے اور بیک وقت مہمان کھانے پینے سے فارغ ہوتے تھے۔

کانفرنس میں دوسرا نظارہ مہمانوں کا تھا، جن میں چھ سو کے قریب صرف علمائے کرام دو اعظانِ اسلام و مفتیان ذی الاحترام کا اجتماع تھا اور سندھ سے لیکر ہند کے تمام صوبوں کے مقتدر حضرات تشریف لائے تھے۔ بریلی، دہلی، رامپور، مرادآباد، علی پور سیداں اور کچھوچھہ شریف وغیرہ جیسے مرکزی علمی و روحانی مقامات کے اکابر سب موجود تھے، جن کی زیارت سے ہر شخص مشرف ہو رہا تھا اور انہی مہمانوں میں ایک مبارک ہستی ایسی تھی جس کی نیازمندی و غلامی پر لاکھوں مسلمانوں کو ناز ہے اور جن کی شرکت نے کانفرنس کو غیبی تائید سے مؤید کر دیا تھا۔ میرا اشارہ سنوسیٔ ہند امیر ملت حضرت بابرکت قدسی منزلت پیر سید حافظ

جماعت علی شاہ محدّث علی پوری قدس سرّہ کی طرف ہے۔ حضرت امیر ملّتؒ کی موجودگی نے کانفرنس کے مقاصد کو جو نفع پہنچایا، وہ تو پہنچا ہی لیکن سب سے روشن برکت کا مظاہرہ روزانہ اس امر کا ہوتا تھا کہ بے شمار لوگ حضرتؒ سے شرفِ بیعت حاصل کرتے تھے اور کئی حضرات نے خلافت و اجازت کی دولتِ لازوال بھی حاصل کی۔ غرض یہی ایک کانفرنس تھی جس میں اہلسنّت جماعت کے اکابر علماء و مشائخ اس تعداد میں موجود تھے جس کی کوئی مثال ماضی میں نہیں ملتی [1]

کانفرنس گاہ کا شمالی حصہ خیموں سے آباد تھا اور جنوبی حصہ کانفرنس کے اجلاس کے لیے مخصوص تھا اور مغربی جانب سڑک تھی جس کے کنارے کنارے باورچی خانہ، انکوائری آفس، سنّی کانفرنس پوسٹ آفس اور دیگر دفاتر کا سلسلہ تھا۔ اس کے بعد دو رویہ کھانے اور چائے وغیرہ کی باقاعدہ دکانیں تھیں۔ اجلاس کا جو پنڈال تھا اُس میں چالیس پچاس ہزار افراد کی گنجائش تھی اور عورتوں کے لیے پردہ کا کافی انتظام تھا۔ علمائے کرام کی نشست کے لیے ممتاز جگہ بنائی گئی تھی اور وہ اس قدر وسیع و عریض کہ اُس پر چھ سات سو حضرات بآرام تشریف فرما ہو سکیں۔ حضرات علمائے کرام کی نشست اس قدر تھی کہ اکثر بڑے جلسوں میں جو تمام حاضرین جلسہ کے لیے کافی ہوتی ہے۔ اور بعونہٖ تعالیٰ وہ تمام جگہ بالکل پُر رہتی تھی اور حاضرین سے پنڈال بھرا ہوا نظر آتا تھا اور کہا جاتا ہے کہ عورتوں کا شمار کئی ہزار تک پہنچتا ہے۔

پہلے دن نمازِ عشاء افتتاحی اجلاس کا اعلان ہو چکا تھا۔ چنانچہ لوگ بڑے ذوق شوق

---

[1] جن خوش نصیب لوگوں نے آل پاکستان سُنّی کانفرنس ملتان ۱۹۷۸ء اور کُل پاکستان میلادِ مصطفٰے کانفرنس رائیونڈ ۱۹۷۹ء میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی ہے وہ ان دونوں رُوحانی، نورانی اور ملکوتی اجتماعات کے حسین مناظر سے بخوبی آگاہ ہیں۔ اِن اجتماعات کو مدّنظر رکھ کر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ۱۹۲۵ء میں نفوسِ قدسیہ کا یہ عدیم النظیر اجتماع کیسا ہوگا؟ (قصوری)

کے ساتھ بہت پہلے سے ہی جمع ہونے لگے تاکہ علمائے کرام کے نزدیک جگہ بآسانی پاسکیں اور بعد نماز عشاء سارا پنڈال حاضرین پر تنگ ہوگیا۔ تمام ڈیلیگیٹ اور حضرات علمائے کرام مقام جلسہ میں تشریف لے آئے۔ اجلاس کی کاروائی تلاوتِ قرآنِ پاک و حمد و نعت سے شروع ہوئی، پھر حضرت امیر ملت قدس سرہ، صدر آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے ارشاد کے مطابق اس اجلاس کی صدارت حضرت پیر سیّد علی حسین اشرفی کچھوچھوی (ف ۱۹۳۶ء) نے فرمائی اور حضرت مولانا حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خاں بریلوی (ف ۱۹۴۳ء) نے خطبہ استقبالیہ شروع کیا جو اس اجلاس کے آخر تک ختم کیا گیا۔

اس کے بعد روزانہ ۱۹ مارچ تک دو وقتہ شاندار اجلاس ہوتے رہے جن میں حضرت امیر ملت (ف ۱۹۵۱ء) حضرت سید احمد اشرف کچھوچھوی (ف ۲۵-۱۹۲۴ء) پروفیسر مولانا سیّد سلیمان اشرف بہاری (ف ۱۹۳۹ء) مولانا معوان حسین رامپوری (ف ۱۹۳۳ء) مولانا محمد یعقوب حسین اعجاز بلاسپوری (ف ۱۹ء) مولانا عبد المجید آنولوی (ف ۱۹۴۳ء) مولانا مفتی عبد الحفیظ حقانی آنولوی (ف ۱۹۵۸ء) مولانا محمد حسین اجمیری (ف ۱۹ء) مولانا محمد یٰسین عباسی پاکوٹی، مولانا سید قطب الدین برہمچاری اشرفی (ف ۱۹۳۲ء) مولانا شاہ احمد مختار صدیقی میرٹھی (ف ۱۹۳۸ء) و دیگر بہت سے بزرگوں نے اپنے ارشاداتِ عالیہ سے حاضرین کو مستفیض و مستفید فرمایا۔ ان تمام اجلاس کی صدارت امیر ملت فرماتے رہے۔ [۲]

آخری اجلاس کی صدارت بھی حضرت امیر ملت قدس سرہ، نے فرمائی۔ اس موقعہ پر آپ نے جو فی البدیہہ خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا وہ فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہے لفظ لفظ سے عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ آپ نے اس خطبہ میں مذہب اسلام کی حقانیت، حالاتِ حاضرہ، فتنۂ ارتداد، اتفاق و اتحاد، اصلاحِ معاشرہ، دنیاوی تعلیم

---

[۲] ماہنامہ "اشرفی" کچھوچھہ شریف بابت ماہ مئی ۱۹۲۵ء ص ۱۳ تا ۲۰۔ ماہنامہ ترجمان اہلسنت" کراچی، "سُنّی کانفرنس نمبر" بابت اکتوبر نومبر ۱۹۷۸ء ص ۶۳ تا ۶۷۔

رسومِ بد، اخوّت و یگانگت اور سُنّی کانفرنس کے اغراض و مقاصد کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا۔ اِس خطبہ نے تاریخ کا دھارا بدل دیا۔ یہ خطبہ جوش و خروش، فصاحت و بلاغت اور تعمیر و فکر کے لحاظ سے عدیم النظیر تھا۔ لیجئے یہ نادر خطبہ ملاحظہ فرمائیے اور اپنے قلب و جگہ کو گرمائیے۔

"خطبۂ صدارت سُنّی کانفرنس مراد آباد"

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔ فَمَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ۔ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان، رحمت والا ہے۔ سب تعریفیں اللہ کے لیے، ہم اُسی کی حمد کرتے ہیں اور اُسی سے مدد مانگتے ہیں اور معافی کے خواستگار ہیں اور ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس پہ توکّل کرتے ہیں اور ہم پناہ مانگتے ہیں اللہ کے ساتھ اپنے نفسوں کی برائیوں سے اور بُرے اعمال سے، پس جس شخص کو اللہ ہدایت فرمائے اُس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کے لیے وہ گمراہی پیدا کرے اُس کے لیے کوئی ہدایت والا نہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سردار اور ہمارے آقا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔

امّا بعد خالقِ ارض و سما مالکِ ہر دو سرا بے شمار حمد و ثنا کے لائق ہے کہ جس نے اپنی عنایت بے غایت سے انسان کو بحکم آیت شریفہ:۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (اسرٰی: ۷۰)

اور ہم نے بنی آدم کو عزّت بخشی۔ (سورہ اسرٰی: ۷۰)

خلعتِ اشرف المخلوقات سے سرفراز فرمایا۔ اور اپنے عشق و محبت کی آتش اور معرفتِ اسرار و حقائق کی مقدس امانت اس کے سینے میں ودیعت کرکے اس کو اپنا خلیفہ زمین میں مقرر فرماکر تمام مخلوق کو اس کا تابع فرمان بنایا۔

اور لاتعداد درود و سلام بروحِ پُرفتوح طاہر مطہر منوّر مقدس سرورِ کائنات مفخرِ موجودات شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ اصحابہٖ وسلم دائماً ابداً کثیراً کثیرا۔ جس آفتابِ ہدایت کے صدقے تمام اہلِ ایمان کو نورِ ایمان نصیب ہوا۔

انسان پر خداوندِ عظیم الاحسان کے اس قدر انعام و احسان ہیں کہ اُن کا شکر بجالانا تو درکنار، اگر انسان تمام عمر اُن کے شمار کرنے میں صَرف کرے، تو بھی اُن کو شمار نہیں کرسکتا،

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (سورہ نحل: ۱۸)

اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہیں کرسکتے۔

نصّ صریح اس پر شاہد ہے۔ انسان محدود علم و عقل و عمر سے اس بات کے بالکل ناقابل ہے۔ ؎

فضلِ خدائے را کہ تواند شمار کرد ۔۔۔ یا کیست آنکہ شکر یکے از ہزار کرد

یوں تو اللہ تعالےٰ کے انعام و اکرام، الطاف و نوازش اپنے بندوں پر بیمثال و بے نظیر ہیں۔ مگر سب سے اعلیٰ درجے کی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر عنایت کی وہ یہ ہے کہ اپنے محبوب رحمۃ للعالمین افضل الانبیاء والمرسلین خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے متمیز طوق سے ہمیں مزیّن ممیز فرماکر یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اپنا محبوب ہونے کا رُتبہ ہم کو عطا کیا۔ اور نورِ ایمان و ایقان سے ہمارے دل و دیدہ کو منوّر فرمایا۔ انسان عاجز انسان مولا کریم کی کسی ایک نعمت کا شکر ادا کرنے کے قابل نہیں، مگر غلامئ محبوبِ ربّ العالمین ایسی نعمت ہے کہ اگر بندہ تمام عمر ہر سرِ مُو زبان بن کر اس نعمت کا شکر

ادا کرتا رہے، تو بھی ادا نہیں ہوسکتا۔ اس نعمت کے مقابلے میں باقی تمام انعام ہیچ اور بے حقیقت ہیں۔

حضرات علمائے کرام و صوفیائے عظام! فقیر ایک ادنیٰ خادم صوفیائے کرام ہے۔ اپنی تمام عمر صوفیائے کرام اور درویشانِ عظام کی خدمت کرنے میں فقیر نے صرف کر دی۔ اور اس کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھا۔ اور جو کام کیا خالصاً لوجہ اللہ کرتا رہا۔ مخلوقِ خدا کی خدمت اُن کو خدا کی محبوب مخلوق سمجھ کر محض خداوند عالم کی خوشنودی کے لیے کی۔ کیونکہ ؎

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست — بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

اس مالک خالقِ ہر دوسرا کا بیحد شکر ہے کہ اُس نے فقیر کو اپنے کمال لطف و عنایت سے علمائے کرام، وارثانِ حضرت سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس مجلس میں اس خدمتِ جلیلہ کے لیے سرفراز فرمایا۔ یہ عزت جو خداوند کریم نے اس فقیر کو عطا کی اور یہ احسان جو فقیر کے حال پر کیا، اس کا شکر ادا کرنا میری طاقت سے باہر ہے۔

ع شکرِ نعمت ہائے تو چند آنکہ نعمت ہائے تو

اراکین آل انڈیا سنی کانفرنس کا بھی فقیر تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے کہ اُنہوں نے اس فقیر کو اس منصبِ جلیلہ کے لیے منتخب فرمایا۔ کیونکہ بحکم مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ آپ صاحبان نے جو اس فقیر کی عزت افزائی کی اور جو اہم خدمت اس فقیر کے سپرد کی اس عزت افزائی کے لیے فقیر آپ سب صاحبان کا تہ دل سے مشکور اور مرہونِ منت ہے۔

مذہبِ اسلام

حضرات! صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو خداوند دو عالم کا پسندیدہ اور مقبول ہے۔ جس پر:۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (سورہ آلِ عمران: ۱۹)

دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

کی آیت پاک شاہد ہے۔ یہ وہ مقبول اور برگزیدہ مذہب ہے جو خداوند کریم

کے فرمان عالی شان :۔

وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (سورہ مائدہ : ۳)

اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا ہے

سے ظاہر ہے۔ یہ وہ پاک اور مقدس مذہب ہے جس کی پیروی کے بغیر کوئی عبادت کوئی دُعا قبول نہیں ہوتی۔

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ (آل عمران: ۸۵)

اور جو اسلام کے علاوہ کسی دین کا متلاشی ہے، اُس سے وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

آیت پاک شاہد ہے۔ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

خلافِ پیمبرؐ کسے راہ گزید
کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

یہ وہ طیّب مذہب ہے جس کی حفاظت کا خداوندِ عالم خود ذمہ دار ہے۔ آیۃ شریفہ:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ (سورہ حجر: ۹)

بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں

اس پر شاہد ہے۔ یہ وہ پاک مذہب ہے جس کے غلاموں کو پروردگار نے اپنا محبوب بننے کی اور تمام گناہوں سے مغفرت کی بشارت دی ہے۔ آیت مبارکہ ہے

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (آل عمران ۳۱)

اے محبوبؐ تم فرما دو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سبحان اللہ! کیا کیا برکتیں صاحبِ دل اہلِ بصیرت احباب کو اس مقدس مذہب میں نظر آتی ہیں

ارباب علم پر یہ بات روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے اسلام کا مقابلہ کیا، اور اُس کی اشاعت میں مخالفت کی، یا اُس کو مٹانے کی کوشش کی، اللہ تعالےٰ نے انہی لوگوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا کر انہی سے تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا کام لیا۔ یہی وہ الٰہی مذہب ہے جس کے لیے قرآن پاک میں حکم ہے:۔

یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ ۔ (سورہ صف : ۸)

ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ کے نُور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نُور کو مکمل فرمانے والا ہے، اگرچہ کافر بُرا مانیں۔

؎ نُورِ خدا ہے کُفر کی حرکت پہ خندہ زن　　پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

حضرات! آج سے پیشتر کئی دفعہ مخالفین و معاندینِ اسلام نے اسلام کو مٹانے کی کوششیں کیں۔ بادشاہیوں کو مٹایا، سلطنتوں کو برباد کیا، کتب خانوں کو جلایا۔ مگر خداوند عالم کے محبوب کا مقبول و برگزیدہ مذہب ویسے کا ویسا قائم رہا۔ اور تا قیامت قائم رہے گا۔ زمانہ گزشتہ میں بے شمار مصائب اہلِ اسلام پر آئے، مگر جو خطرات موجودہ زمانے میں اسلام اور اہل اسلام پر ٹوٹ رہے ہیں وہ ناقابلِ بیان ہیں۔ یہ ایک ایسی لمبی داستان ہے جس کے بیان کرنے کو بہت سا وقت چاہیئے۔ ایک مصیبت ختم نہیں ہوتی کہ دوسری آموجود ہوتی ہے۔ ایک بلا ابھی سر سے ٹلی نہیں ہوتی کہ دوسری آدباتی ہے۔ الغرض مسلمان فی زمانِنا ہر طرح سے ہدفِ ناوکِ مصائب و آلام اور نشانۂ تیرِ رنج و بلا بنے ہوئے ہیں۔

حضرات! حالاتِ زمانہ حاضرہ کو آپ بالتفصیل جانتے ہیں۔ ان تمام واقعات کو آپ کے رُوبرو مفصل بیان کرنا سوائے تضیع اوقات کے اور کچھ نہ ہوگا۔ مگر فقیر مجملاً چند ایک واقعات بیان کرے گا۔ اور نیز وہ تجاویز بیان کرے گا۔ جن سے ہماری جماعت کی بہتری

اور تنظیم ہو سکتی ہے۔ مگر پیشتر اس کے کہ وہ واقعات آپ کی خدمت میں پیش کئے جائیں، فقیر مناسب سمجھتا ہے کہ اسلام کی حقانیت کے چند دلائل آپ حضرات کے سامنے پیش کرے۔

حقّانیتِ اسلام

حضرات! دنیا میں جو سب سے سچا مذہب ہے وہ اسلام ہے۔ فقیر اس لیے یہ بات نہیں کہتا کہ فقیر ایک مسلمان ہے یا مسلمان کے گھر پیدا ہوا ہے۔ بلکہ حقیقت الامر بات یہی ہے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو تمام دنیا میں اگر کوئی مذہب سچا ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ اگرچہ ہر مذہب والا اپنے مذہب کو سچا تصور کرتا ہے اور اسی واسطے اس کا پیرو ہوتا ہے۔ مگر اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ہزار آدمی کھڑے ہیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں کانچ کا ایک ٹکڑا ہے۔ سوائے ایک آدمی کے جس کے ہاتھ میں الماس کا ٹکڑا ہے۔ یہ الماس صرف ایک آدمی کے ہاتھ میں ہے باقی سب نے کانچ کے ٹکڑے کو الماس سمجھ کر پکڑ رکھا ہے۔ ہر ایک بخیالِ خود یہ سمجھتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں الماس ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ اسی طرح الماس یعنی سچا مذہب مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور کانچ کے ٹکڑے یعنی مذاہبِ باطلہ باقی سب لوگوں کے ہاتھ میں ہیں۔ ان سب اہلِ مذاہب سے اگر درپردہ دریافت کیا جائے تو سب یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ اگر دنیا میں کوئی سچا مذہب ہے تو اہلِ اسلام کا ہے۔ کیونکہ جو خوبیاں اور جو برکتیں مذہب اسلام میں ہیں وہ کسی دوسرے مذہب میں نہیں پائی جاتیں۔

۱۔ فقیر کو اس پر ایک پرانا واقعہ یاد آیا۔ کرنل ہالرائڈ صاحب لاہور میں ڈائریکٹر محکمہ تعلیمات پنجاب تھے۔ انھوں نے اپنے ایک سررشتہ دار شیخ عزیز الدین سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس اسلام کے سچا مذہب ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ وہ کوئی عالم یا مولوی نہ تھا۔ پھر بھی جو دلائل وہ پیش کر سکتا تھا اس نے پیش کئے۔ مگر ہالرائڈ صاحب نے کہا، آؤ میں

تم کو بتاتا ہوں۔ ہمارے ملک انگلستان میں پارلیمنٹ کے کئی سو ممبران ہیں، جو سب کے سب بڑے لائق وفائق، مدبر، عاقل، تجربہ کار اور عالم ہوتے ہیں۔ یہ صدہا ممبران پارلیمنٹ کامل غور وخوض اور بڑے تفکر وتدبر کے بعد مدتوں میں اپنے ملک کے لیے ایک قانون بناتے ہیں۔ مگر اس قانون کو جاری ہوئے ابھی پورا سال بھی نہیں گزرتا کہ اس میں غلطیاں نظر آنے لگتی ہیں۔ جس کے باعث پارلیمنٹ کو لاچار یا تو اس قانون میں ترمیم کرنی پڑتی ہے یا اس کو منسوخ کرنا پڑتا ہے۔ اتنے بہت سے دانشمند آدمیوں کا بنایا ہوا قانون ایک سال نہیں چل سکتا۔ مگر تمہارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو اُمّی محض تھے، عرب کے ریگستان میں بیٹھ کر ایک قانون بنایا جس کو تیرہ سو برس کا عرصہ گزر گیا اور اس میں آج تک ایک حرف کی غلطی نہیں نکلی۔ بلکہ وہ ہر زمانے کے لیے بالکل موافق ومطابق ہے۔ اس سے صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ قانون، خدائی قانون ہے اور وہ مذہب اسلام ہے جو خدا کا مقبول اور پسندیدہ ہے۔

۲۔ بنگلور میں ایک دن کاؤنٹیس لیڈی ایسکیپ فقیر کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں نے دُنیا کے تمام مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اور میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ اگر کوئی مذہب سچا ہے تو مسلمانوں کا ہے۔ فقیر نے کہا کہ "تم اتنا اقبال کر لینے سے نصف مسلمان تو ہو گئیں"۔ اس نے دریافت کیا کہ "شاہ صاحب وہ کس طرح"؟ فقیر نے جواب دیا "اسلام کے دو بڑے اصول ہیں۔ اوّل دل سے یقین۔ دوسرے زبان سے اقرار کرنا۔ آپ نے دل سے تو یقین کر لیا کہ اسلام سچا مذہب ہے تو دل سے نصف مسلمان ہو گئیں۔ اب اگر زبان سے بھی اقرار کر لو تو پوری مسلمان ہو جاؤ گی"۔ میم صاحبہ نے کہا کہ "اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو میرا صاحب کیا کرے گا"؟ فقیر نے کہا کہ "صاحب مرے گا تو اپنی قبر میں جائے گا، تم مرو گی تو اپنی قبر میں جاؤ گی"۔ نیز فقیر نے کہا کہ "تم پھر کسی وقت غسل کر کے اور پاک کپڑے پہن کر آنا تو فقیر تمہیں کچھ بتائے گا"۔ اس

نے کہا، "میں اب بھی غسل کر کے اور پاک کپڑے پہن کر آئی ہوں۔" فقیر نے اُسی وقت اُس کو کلمہ شریف کی تلقین کر کے داخل سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کر لیا۔ وہ اُسی وقت سے ایسی پکی مسلمان بنی کہ اُسی دن سے اس نے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ اور تمام ارکانِ اسلام کی پابند اور تہجد گزار ہو کر قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا۔

پھر اُس کی برکت سے اُس کے شوہر نے بھی مذہب اسلام قبول کر لیا۔ حالانکہ اس کو دو سال تک آریہ لوگ ورغلاتے رہے تھے۔ اس کے بعد وہ صاحب بھی ایسا پکا مسلمان بن گیا کہ مبلغ کا کام کرنے لگا۔ چنانچہ ایک روز ایک اور انگریز ڈاکٹر کو جو لاکھوں روپے کا مالک تھا فقیر کے پاس بنگلور ہی لے کر آیا۔ اس ڈاکٹر نے بھی اسلام کی تعریف کی اور وہی الفاظ دہرائے جو میم صاحبہ نے کہے تھے۔ کچھ دیر گفتگو کے بعد فقیر نے اُس کو کلمہ شریف پڑھا کہ حلقۂ ذکر میں بٹھایا اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل کر لیا۔ خُدا کے فضل و کرم سے وہ ایسا بیخود ہوا کہ تین گھنٹے تک بیہوش پڑا رہا۔ اتنے میں خان بہادر سیٹھ حاجی محمد اسمٰعیل صاحب ایک وہابی کو ہمراہ لے کر آئے۔ اور اس کو ڈاکٹر صاحب کی حالت دکھا کر کہنے لگے، "اگر تم اس کو اسی وقت ہوش میں لے آؤ تو میں تمہیں ایک سو روپیہ انعام دیتا ہوں۔" بھلا وہ کیسے اُس وقت ہوش میں لا سکتا تھا۔

ع یہ وہ نشہ نہیں جسے تُرشی اُتار دے

سیٹھ صاحب موصوف نے اپنے ہمراہی سے کہا کہ "نہایت افسوس کی بات ہے کہ تُم بھنگ، دھتورہ جیسی چیزوں کی تاثیر تو مانتے ہو مگر خدا کے نام پر تاثیر کو نہیں مانتے۔" وہ سخت شرمندہ ہوا۔

۳۔ شام کے وقت اور بالعموم نمازِ مغرب کے بعد لاہور اور دوسرے شہروں کی مسجدوں کے دروازے پر جا کر دیکھو۔ جب مسلمان نماز پڑھ کر باہر آتے ہیں تو اہل ہنود کی بیسیوں عورتیں اپنے بیمار بچّوں کو گود میں لیے دم کرانے کے واسطے دروازوں کے باہر کھڑی نظر آئیں گی۔ یہ عورتیں جاتے وقت مسلمانوں کے جُوتے اتارنے کی جگہ خاک لیکر اپنے خوبصورت ننھے بچّوں

کے منہ پر ملتی ہیں۔ اور یہ یقین رکھتی ہیں کہ مسلمانوں کے جوتوں کی خاک میں بھی شفا ہے۔ اگر وہ اسلام کو سچا نہ سمجھتیں تو ایسا کیوں کرتیں۔

۴۔ اور سُنیے۔ انگریزوں کی آمد کے ابتدائی زمانے میں ولایت سے ایک پادری آیا۔ اور بمبئی میں ہزاروں قرآن مجید خریدنے شروع کر دیے۔ ایک مولوی صاحب نے اُس سے دریافت کیا کہ تو کیوں قرآن شریف خرید رہا ہے۔ اُس نے کہا کہ ولایت سے حکم آیا ہے کہ جتنے قرآن شریف ہندوستان میں ہوں سب حاصل کر کے اُنھیں نیست و نابود کر دو۔ مولوی صاحب نے فرمایا "تو دیوانہ ہے۔ ہمارا قرآن شریف اِن کاغذوں پر نہیں ہے۔ ہمارے دلوں پر لکھا ہوا ہے ہمارے دس دس سال کے بچوں کے سینوں میں لکھا ہوا ہے۔ تُم اگر لکھو کھا ر لاکھوں قرآن شریف کو کیا نقصان پہنچا سکتے ہو۔ ہم ایک دن میں لکھو کھا قرآن شریف پھر لکھ سکتے ہیں"۔

کیا دنیا میں کوئی اور مذہب ہے، جو یہ دعویٰ کر سکے کہ اُن کی کتاب اول سے آخر تک کسی کو یاد ہو؟ فقط کلام پاک کا ایک نمونہ تو یہ فقیر ہی آپ کے سامنے ہے۔ جو بارہا اس کی صداقت کا تجربہ کر چکا ہے۔ نمازِ تراویح میں کئی دفعہ یہ واقعہ گزرا کہ فقیر کو نیند سے بیخودی آگئی۔ اس غنودگی کی حالت میں بھی قرآن شریف کے الفاظ صحت کے ساتھ ادا ہوتے رہے۔ اگر سینے میں لکھا نہ ہوتا تو نیم ہوش کے عالم میں وہ الفاظ کیسے زبان سے نکل سکتے تھے۔

قرآن شریف کے حروف "پانچ لاکھ چالیس ہزار چھ سو" رکوع "پانچ سو چالیس" سُورتیں "ایک سو چودہ"۔ آیات "چھ ہزار چھ سو چھ" ہیں۔ کیا کوئی اور مذہب والا اپنی کتاب اول سے آخر تک حرف بحرف زبانی پڑھ کر سُنا سکتا ہے؛ ہمارے ملکوں میں تو دس دس سال کے بچے ہر شہر ہر قصبے میں موجود ہیں، جو کلام اللہ کے حافظ ہیں۔

۵۔ جب قرآن شریف نازل ہوا تو مغربی ایشیا میں دو زبانیں مروّج تھیں۔ ایک عبرانی جو انجیل کی زبان تھی۔ دوسری سریانی جو تورات شریف کی زبان تھی۔ اس سے بڑھ کر اسلام کے

سچا ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خداوند کریم نے نہ صرف یہ کہ ان کتابوں ہی کو اُٹھا لیا، بلکہ اُن کی زبانوں کو بھی اُٹھالیا۔ آج اِن تمام ملکوں میں سے کوئی ملک یا شہر یا قصبہ ایسا نہیں ہے کہ جس میں عبرانی یا سریانی زبان بولی جاتی ہو۔ اب اِن تمام ممالک میں عربی زبان بولی جاتی ہے اور عربی زبان ہی کا دور دورہ ہے، جو قرآن مجید کی زبان ہے۔

۶۔ جب دُنیا میں قرآن شریف نازل ہوا تو تمام ہندوستان خصوصاً بھارت ورش میں سنسکرت بولی جاتی تھی۔ اب اس تمام علاقے میں واحد گھر بھی نہیں ہے، جہاں شاستری زبان بولی جاتی ہو۔ بلکہ اس زبان کو سمجھنے والے آدمی بھی خال خال ہی نظر آئیں گے۔ اگر کوئی کتاب تمام دُنیا کی اصلاح کا دعویٰ کرتی ہے تو وہ صرف قرآن پاک ہے۔ کوئی اور کتاب تمام عالم کی اصلاح کا دعویٰ ہی نہیں کرتی۔

۷۔ کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ اہلِ ہنود کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے نہ وہ یہ بتا سکتے ہیں کہ وہ کتابیں جن کا وہ آسمانی ہونا بیان کرتے ہیں۔ کب کس جگہ اور کس پر نازل ہوئیں اس وقت کون قومیں آباد تھیں۔ اور کون سی مخلوق دنیا میں موجود تھی۔

۸۔ قرآن شریف کی برکتیں اور رحمتیں اتنی ہیں کہ انسان کے احاطۂ شمار سے باہر ہیں مگر مشتے نمونہ از خروارے، فقیر دو تین آپ کے روبرو پیش کرتا ہے:۔

(الف) تیز سے تیز تلوار فقیر کے پاس لائیں۔ فقیر قرآن پاک کی آیت شریف پڑھ کر اس پر دَم کر دے گا، اور وہ ایسی کُند ہو جائے گی کہ انسان کا بال تک بھی نہ کاٹ سکے گی۔

(ب) کسی شخص کو اگر باؤلے کتے نے کاٹا ہو تو اس کو فقیر کے پاس لاؤ۔ فقیر قرآن مجید کی آیت پڑھ کر گیلی مٹی پر دَم کر کے اُس شخص کے بدن پر ملے گا تو اُس مٹی میں سے جس رنگ کا کتا تھا، اُسی رنگ کے بالوں کی صورت میں باؤلے کتے کا زہر باہر نکلے گا۔ اور سگ گزیدہ فضل الٰہی سے بالکل تندرست ہو جائے گا۔

(ج) تین ماہ کا عرصہ ہوا، فقیر ریاست رامپور گیا ہوا تھا۔ ایک شخص نے آکر کہا کہ میری عورت کو سات دن سے دردِ زہ ہو رہا ہے۔ تمام ڈاکٹر اور دائیاں عاجز آگئے ہیں۔ نہ وہ مرتی ہے نہ اُس کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ سب مایوس ہو کر اُسے لاعلاج بتا دیا ہے۔ فقیر نے اپنے پاس سے تین کھجوریں لیکر، اُن پر قرآن شریف کی ایک آیت پڑھ کر، دم کر اُس کو دیں۔ اِس کی فقیر کو اپنے پیرو مُرشد رحمۃ اللہ علیہ (حضرت باباجی فقیر محمد چوراہیؒ قصوری) کی طرف سے اجازت تھی۔ پانچ منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ وہ شخص دوڑتا ہوا آیا اور مبارکباد دی کہ خدا کے فضل سے بچہ ہو گیا۔ محض کلام الٰہی کی برکت سے ایسا ہوا۔

(د) کسی شخص کا لڑکا گم ہو جائے، تو فقیر مٹی کے تین ڈھیلوں پر قرآن شریف کی ایک سورۃ پڑھ کر دم کر دے گا۔ وہ مفقود الخبر بچہ اگر خدائے تعالیٰ کو منظور ہوا تو آٹھ دن کے اندر ہی گھر واپس آجائے گا۔ صدہا مرتبہ اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔

حالاتِ حاضرہ

ابھی کل کی بات ہے کہ جب یورپ کی آتش نے سلطنتِ عثمانیہ کو جو اُس وقت حرمین الشریفین کے خادم اور خلافت کے متحمل تھے، آگھیرا۔ کئی سال کی جنگ کے بعد آخر ترکوں کو شکست ہوئی اور سلطان المعظم خلیفۃ الاسلام یورپی دُوَل کے ماتحت ایک کٹھ پتلی سا ہو گیا۔ تمام ممالکِ اسلامیہ میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً کشمیر سے راس کماری تک، اور پشاور سے کلکتہ تک، ایک شور برپا ہو گیا کہ دُوَلِ یورپ نے اسلام اور خلافت اسلام کے مٹانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ چونکہ خلافت، اہل اسلام کا ایک مقدس مسئلہ ہے، اس لیے خلافت کے برقرار رکھنے کے لیے ہر جائز و ممکن کوشش کرنا ہر مسلمان کا مقدس فرض ہے

چنانچہ لکھوکھا روپیہ کا اس مقصد کے لیے فراہم کیا گیا۔ سینکڑوں مجلسیں قائم کی گئیں۔ لیکچر، وعظ اور تقریریں کی گئیں۔ گریہ زاری، الحاح و تضرع سے بارگاہِ ربّ العزت

ہیں التجائیں اور دعائیں کی گئیں۔ غیرتِ مولا کریم جوش میں آئی اور مصطفےٰ کمال پاشا نے اناطولیہ میں نوجوان تُرکوں کی جماعت کی مدد سے ایک خود مختار تُرکی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اور دُوَل یورپ کے پنجوں سے پہلے تو خلیفۂ اسلام اور مقامِ خلافت کے رہا کرانے کی کوشش کی۔ اور دوسرا خلیفہ منتخب کیا گیا۔ مگر خدا جانے کہ اس کو کیا منظور ہے، کہ ایک طرف تو تمام عالم اسلام میں خلیفہ کے تقرّر اور خود مختاری کے لیے شور بر پا تھا، اور دوسری طرف ترکانِ احرار کی اسی مجلس نے سال گزشتہ خلیفۂ اسلام کو ملک بدر کر دیا۔

اربابِ علم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ انہی ترکوں کے آباؤ اجداد نے جب خلافتِ عباسیہ کو بغداد سے مٹایا تو وہ بُت پرست تھے۔ نوشت وخواند سے بالکل بے بہرہ اور اخلاق و آداب سے بالکل معرّا تھے۔ اوّل درجہ کے ظالم اور سفّاک تھے۔ انہوں نے علمائے اسلام اور صوفیائے عظام کو چُن چُن کر قتل کرایا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور غیرت جوش میں آئی تو کیا ہُوا! تُرک، دو صوفیائے کرام خواجہ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ محمد دربندی رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر کے موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے دربار میں لائے۔ اُن کو سخت عذاب دیا گیا مگر یہ مقبولانِ بارگاہِ ایزدی رحمۃ للعالمین کی شان میں جلوہ گر تھے، اس لیے اُن کے نورِ باطن سے ترکوں کے دلوں میں اسلام کی روشنی پھیل گئی اور محکوموں کے سچے مذہب نے بُت پرست حاکموں کو ایسا محصور و مسحور کیا کہ سوائے مذہب اسلام کو قبول کرنے کے اور چارہ باقی نہ رہا۔

سبحان اللہ! اسلام میں وہ جذب اور کشش ہے کہ جو کوئی اس کی مخالفت کرتا ہے بالآخر اسی کو اس کا دل دادہ اور شیفتہ ہونا پڑتا ہے۔

ایسا ہی حال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا ہے کہ معاذ اللہ گھر سے تو وہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے اور نورِ خداوندی کو بُجھانے کے لیے جا رہے تھے، مگر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتے ہی حضورؐ کی

ایک نظر سے شہیدِ فخر تسلیم ہو گئے۔ اور اسلام کی وُہ وُہ خدمات کیں جن کو مخالفین اور معاندین بھی تسلیم کرنے پر مجبور رہیں۔

اسی طرح انہی ترکوں نے مسلمان ہو کر مشرقی یورپ کا اکثر حصہ فتح کر لیا۔ اور قسطنطنیہ کو فتح کرکے پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور پیش گوئی پُوری کر دکھائی۔ اور بعد میں خادمِ خلافت بن کر سینکڑوں سال تک حرمین الشریفین کی خدمت کرتے رہے۔ مولیٰ کریم کے فضل وکرم سے فقیر کو اب بھی یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے کسی پاک بندے کے طفیل اسلام اور اہلِ اسلام کے ان تمام مصائب کو بھی دور کرے گا ۔؎

شہر خالی ست زعشاق مگر از طرفے مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

فتنۂ ارتداد ابھی خلافت کا زخم دلوں میں تازہ تھا کہ اہلِ ہنود کے تمام فرقوں نے مل کر ایک سنگھٹن کی بنیاد رکھی، جس کی غرض وغایت یہ ہے کہ پرستارانِ توحید اور غلامانِ اسلام کو جادۂ حق سے منحرف کرکے ان کو شُدھ یعنی مرتد بنایا جائے۔ اور معاذ اللہ اسلام اور حلقہ بگوشانِ اسلام کا نام تمام ہندوستان سے مٹایا جائے ۔؎

ہر بلائے کہ ز آسماں آید گرچہ بر دیگرے قضا باشد
بر زمین نارسیدہ می پُرسد خانۂ انوری کجا باشد

چنانچہ تقریباً دو سال کا عرصہ ہوا کہ لالہ منشی رام صاحب سابق منیجر گوروکل کانگڑی جو بڑے پکے اور متعصب آریہ سماجی ہیں، آگرہ میں ایک مرکز قائم کیا۔ اور مسلمان ملکانوں کو مقدس مذہب اسلام سے منحرف کرنے کے لیے بہت سے پرچارک مقرر کئے۔ روپیہ کا لالچ اور ڈرانے دھمکانے کے حربے استعمال کئے۔ ملکانوں کو ہندو بنانے کے لیے لکھوکھا روپے جمع کئے گئے۔ جس میں اہلِ ہنود کے تمام طبقوں نے، راجہ سے لے کر دہقان گنوار تک نے حصہ لیا۔

جو دُکھ غریب مسلمان ملکانوں کو دیا گیا وہ ناقابلِ بیان ہے۔ کسی کو طمعِ زر سے منحرف کرنے کی کوشش کی گئی۔ کسی پر ناجائز دباؤ اور رُعب ڈالا گیا۔ کسی کو قرقی، نیلامی اور قید کی دھمکی دی گئی۔ ماؤں کو بچوں سے اور بچوں کو ماؤں سے، خاوند کو عورت سے اور عورت کو خاوند سے علیحدہ کرنے کی سعی کی گئی۔ مگر خدا کا احسان اور فضل ہے کہ چند اہلِ درد اہلِ اسلام نے اس طرف توجہ کی۔ اور بہت جلد کئی انجمنوں نے فتنۂ ارتداد کے سدِّباب کرنے کا تہیہ کر لیا اور سرگرمی سے شُدھی اور سنگھٹن کے خلاف کام شروع کر لیا۔ بھولے بھالے مسلمان ملکانوں کو غیر مذہب والوں کی چالاکی اور عیاری سے مطلع کیا گیا۔ اِن کو اسلام کے اصولوں کی حقانیت اور تقدیس سے آگاہ کیا گیا۔ مبلغ مقرر کرکے دینی مدرسے کھولے گئے۔ مدرس مقرر کئے۔ مساجد اور چاہات کی تعمیر کی گئی۔ شفا خانے بنائے گئے اور مسلمان بچوں کو ضروری ارکان اسلام کی تعلیم اور تلاوتِ قرآن پاک کی تعلیم دینی شروع کی گئی۔ الحمدللہ! کہ اس کام میں خدا کے فضل سے اس قدر کامیابی ہوئی کہ اُس کا شکر ادا کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے

انجمن خدام الصوفیہ علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ کے اراکین نے اس مقدس کام میں جس قدر حصہ لیا اور جو کام کر دکھایا، وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اور صفحۂ روزگار پر تا ابد درخشاں رہے گا۔ انجمن کے مدارس میں سے دو عدد مدارس علاقہ کشمیر میں دو عدد علاقہ جموں میں، دو عدد علاقہ ریاست بڑودہ میں، باقی ۲۴ مدارس علاقہ آگرہ، متھرا، دہلی ایٹہ، بلند شہر، گڑگانواں، علی گڑھ، فرخ آباد وغیرہ میں ہیں۔

خداوند تبارک و تعالیٰ کا بیحد شکر ہے کہ آریہ سماجیوں کو اُن کے اس کام میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ اور سالِ گذشتہ تو وہ بالکل مایوس و ناکام ہو کر واپس جا رہے تھے اور اپنی غلطی پر نادم تھے۔ مگر حضرات! اہلِ اسلام اور اسلام کی یہ کامیابی محض تائید خداوندی اور فضلِ الٰہی پر منحصر تھی۔ اُن کے مقابلے میں ہمارے پاس کوئی طاقت نہ تھی۔ اس لیے یاد رہے کہ

ہمیں اپنی کامیابی اور آریہ سماجیوں کی ناکامی بحکم

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (بنی اسرائیل : ۸۱)

(اے محبوبؐ) فرما دیجئے کہ حق آیا اور باطل ختم ہو گیا۔)

(ایک خدائی حکم کے ماتحت ہے) پھُول کر اس نیک کام کی اشاعت اور تبلیغ کو بند نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ آپ کو بخوبی علم ہے کہ اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے اور مُسلمانوں کا ہر فرد اس کا مبلّغ اور اشاعت کنندہ ہے۔

آپ کو بخوبی علم ہے کہ گزشتہ ماہ فروری ۱۹۲۵ء میں آریہ سماجیوں نے متھرا میں دیانندکی جو آریہ مت کا بانی تھا، سو سالہ یاد میں ایک جلسہ کیا تھا۔ ہندوستان کے ہر گوشے سے اہلِ ہنود کے لیڈر وہاں جمع ہوئے تھے۔ جہاں اہل اسلام اور اسلام کو مٹانے، اور مسلمانوں کو اُن کے مقدس اور پاک مذہب سے گمراہ کرنے کے لیے کئی پوشیدہ اور ظاہر کمیٹیاں کی گئیں۔ اسی مطلب کے لیے لکھو کھا روپیہ جمع کیا گیا۔ معتبر ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہاں خفیہ سازشوں میں یہ حلفیہ فیصلہ ہوا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کم از کم پندرہ مسلمانوں کو گمراہ کرکے جادۂ مستقیم سے بھسلا کر اسلام سے خارج کر لے گا۔ اور ہر طرح کے ناجائز طریقے، روٹی کالج، لڑکیوں کا جال، زر کے لالچ کو کام میں لایا جائے گا۔

اس لیے ہر مسلمان کو آئندہ کے لیے ہوشیار ہو جانا چاہیئے۔ اپنے مذہبی اُصولوں سے پُوری پُوری واقفیت حاصل کرنی چاہیئے۔ پاک مذہب اسلام کی اشاعت وتبلیغ کے لیے تیار رہنا چاہیئے۔ اپنے بچوں کو اصولِ اسلام اور حقانیت اسلام سے اچھی طرح واقفیت کرانا چاہیئے۔ اور تبلیغ و اشاعت اسلام کے سلسلے کو جاری رکھ کر مخالفین ومعاندینِ اسلام کی مدافعت کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔

ابھی کل کا ذکر ہے کہ اخبار "تنظیم" امرتسر اور اخبار "زمیندار" (لاہور) اور ان سے قبل

اخبار" ملاپ " میں ایک طویل مضمون لالہ ہردیال ایم اے کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں ہردیال نے اسلام اور اشاعتِ اسلام پر نہایت رکیک حملے کئے ہیں۔ اس مضمون کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ راقم مضمون اسلام کی اشاعت اور اُس کی تبلیغی تعلیم سے بالکل ناواقف ہے۔ یا پھر تعصب کی پٹی نے اُسے اندھا کر رکھا ہے۔ اُس نے کہا ہے کہ :-

" اہل ہنود کا اسلام سے ہرگز اتفاق نہیں ہوسکتا۔ اس لیے تمام مسلمانوں کو ہرگز و ناجائز کوشش سے ہندو بنا کر اہل ہنود کے کسی نہ کسی فرقے میں داخل کرلو۔ اور اس طرح سوراجیہ حاصل کرلو۔ اور بھارت ورش کو تمام غیر ہندوؤں سے پاک اور شدھ کرلو۔ یعنی تمام غیر مذاہب کو نیست و نابود کردو۔ اگر تم یہ نہیں کرسکتے تو پہلے سوراجیہ حاصل کرلو۔ یہ سوراجیہ ریاست بہاولپور یا نظام حیدرآباد (دکن) کا سا نہ ہو بلکہ کامل آزاد اور بااختیار ہو۔ اور ہندو ریاست قائم کرکے پھر سلطنت کے رعب، جاہ و حشم کی تخویف اور زر کے لالچ سے تمام مسلمانوں کو گمراہ کرکے ہندو بنالو۔"

یَا لَلْعَجَب! بڑی دُور کی سُوجھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر ہندو، خواہ وہ ہندوستان میں ہو یا جلاوطن ہو، اُس کے دل میں یہی خواہش موجزن ہے کہ جس طرح ہو، ہندوستان سے مسلمانوں کو اور اُن کے مقدس مذہب اسلام کو مٹا دیا جائے۔ یا تو مسلمانوں کو ہندوستان سے نکال دیا جائے یا اُن کو گمراہ کرکے ہندو بنا لیا جائے۔ اِدھر نا عاقبت اندیش مسلمان گہری نیند میں سوئے ہوئے ہیں۔ اور اپنے مال و انجام سے بالکل بے خبر ہیں۔ دیکھتے نہیں کہ زمانہ کس طرف کو جارہا ہے اور وہ کہاں ہیں۔ زمانہ کی تگ و دو میں کس قدر پیچھے ہیں۔ نہ زمانۂ ماضی سے پشیمان حال کی پروا نہ فردا کی فکر۔ ایسی بے بسی کی حالت میں خدا ہی مقلب القلوب ہے کہ ان کے دلوں میں محبتِ اسلام بھردے۔ ان کو فکرِ فردا لگادے۔ ان کو دینی و دنیاوی ضروری سے آگاہ کردے اور پکا مسلمان بنادے۔

دو سال کا ذکر ہے کہ جب فقیر، بمبئی سے واپس آرہا تھا تو حکیم اجمل خان صاحب فقیر کو ملے۔ تو فقیر نے اُن سے کہا کہ "لاہور میں جمعیۃ العلماءِ ہند) نے نومبر ۱۹۲۲ء میں بے چارے بے گناہ موپلوں کے برخلاف غلط افواہوں کی بنا پر ہندوؤں کو مسلمان بنانے کا الزام لگایا کہ یہ تجویز پاس کی کہ مسلمانانِ ہند کا اُن سے کوئی تعلق نہیں ہے، نہ اُن سے ہمدردی ہے۔ مگر یہ نہیں دیکھتے کہ آج ہندو زبردستی غریب مسلمانوں کو راہِ توحید سے پھسلا کر مرتد بنا رہے ہیں۔ آج تمہارے لیڈر اِن ہندوؤں کے خلاف کیوں ریزولیشن پاس نہیں کرتے؟"

اہل ہنود کا اتفاق اور یگانگت اور آپس کے تعلقات ایسے مضبوط اور استوار ہیں کہ وہ ایک کام کرنے کے لیے کئی سال پیشتر سے تیاری کرتے ہیں۔ واقعاتِ ماضی اس پر شاہد ہیں کہ وہ مجبور مسلمانوں پر پہلے دستِ ظلم و تعدّی دراز کرتے ہیں۔ اُن کو تلوار، بندوق کا نشانہ بناتے ہیں اور چونکہ اُن کا نظام و اتحاد نہایت مستحکم ہے، اس لیے بعد میں خود کو مظلوم ثابت کر دیتے ہیں اور مسلمانوں کو جو کسی مرکزی انتظام سے وابستہ نہیں ہیں، ظالم، مجرم، چور، وغیرہ بنا کر اُن کا چالان کرا کے سزائیں دلواتے ہیں۔ اہلِ ہنود صاحبِ زر ہیں۔ اُن کے حکّام زیادہ ہیں۔ حکومت کے ہر شعبے میں اُن کا عنصر غالب ہے۔ تجارت تمام ملک کی اُن کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے اپنے زر، زور، لحاظ سے مظلوم کو ظالم بنا کے انصاف پروری نہیں ہونے دیتے۔ بلکہ اُلٹا غریب اور بیکس، جاہل اور بے علم، بے گناہ اور بے سہارا مسلمانوں کو اپنی ہر طرح کی جائز اور ناجائز سعی سے مجرم بنانے اور سزائیں دلوانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

سالِ گذشتہ کے واقعاتِ سہارن پور، آگرہ، ملتان، دہلی، اجمیر وغیرہ کے اس کی کافی شہادت ہیں۔ مگر مسلمان ہیں کہ اُن کے کان پر جُوں بھی نہیں رینگتی۔ وہ ہر طرح کی مراعات سے کام لیتے ہیں۔ انہوں نے اسلام کے بڑے سے بڑے دشمنی کو بادشاہی مسجد کے منبر پہ بیٹھنے کی اجازت دی۔ اہلِ ہنود کی نعشوں کو کاندھا دیا۔ اُن کی دلجوئی کی خاطر چند نام نہاد

مسلمانوں نے اسلامی شعار ذبیحۂ گاؤ کو ناجائز تک کہنا شروع کر دیا۔ بلکہ تمام مسلمانانِ ہند نے محض اہلِ ہنود کے احساسات کا لحاظ کر کے کوئی گائے قربان نہیں کی۔ اِدھر ہندو ہیں کہ وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور اُن کو راہِ ہدایت سے منحرف کر کے مُشرک اور کافر بنانے کے لیے سرتاپا کوشش کر رہے ہیں۔

اوّل تو ہر جگہ مسلمان ہندوؤں کے ہاتھوں پٹتے اور مقتول ہوتے ہیں۔ لیکن اگر کسی جگہ ہندو ظالم ہوتے ہوئے بھی مظلوم بن جاتے ہیں، اور تمام لیڈرانِ قوم اِن سے مصالحت و مفاہمت کے لیے کوشش کرتے ہیں، تو بھی وہ مسلمانوں کو بغیر پھانسی چڑھائے نہیں چھوڑتے اور مسلمانوں کی سادہ دلی دیکھئے کہ کنکھل وغیرہ میں اہلِ ہنود نے جو مظالم بے کس اور مجبور مسلمانوں پر کئے، حد یہ کہ بچّوں کو زندہ جلا دیا۔ ڈپٹی کمشنر ضلع نے خود مسلمانوں کو اپنی آنکھوں سے اس حال میں دیکھا۔ اس پر چند اہلِ ہنود کو سزا ہوئی تو مسلمان لیڈر سارے مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ جلسے کر کے گورنمنٹ کو تار دیئے جائیں کہ وہ ہندوؤں کو رہا کر دے۔ سبحان اللہ!

ع ببیں تفاوتِ رہ کجا ست تا بکجا

ہماری مروّت اور احسان کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم کو کمزور، بے کس اور بے بس خیال کر لیا گیا۔ اور سرے سے ہم کو ملک بدر کرنے اور ہمارے استیصال کے لیے منصوبے بنا کر کوشش کی گئی۔ مگر یاد رہے کہ مذہب اسلام، چراغِ خداوندی ہے۔ اس چراغ کو بُجھانا آسان نہیں۔ یہ تا قیامت روشن رہے گا۔ ؎

چراغ را کہ ایزد برفروزد　　کسے کو تف زند ریشش بسوزد

اب اہلِ اسلام کا یہ کام ہے کہ وہ گذشتہ برسوں کے تلخ تجربے سے سبق حاصل کریں۔ مومن کا کام یہ نہیں کہ ایک سوراخ سے دوبار ڈنگ کھائے نیش زنی کرائے۔ ؎

ہر چند آزمودم از وے نبود سُودم (میں نے جس قدر آزمایا اُس سے کوئی نفع (فائدہ) نہ ہوا
مَنْ جَرَّبَ الْمُجَرَّبَ حَلَّتْ لَهُ النَّدَامَه جس نے تجربہ کردہ کام کی آزمائش کی وہ پشیمانی میں پڑا)

اس میں کوئی کلام نہیں کہ جو برداشت ہمارے مذہب ہے۔ کسی اور مذہب میں نہیں ہے۔ مگر یاد رہے کہ ہم کسی حالت میں بھی اپنے مذہب میں رخنہ اندازی برداشت نہیں کریں گے۔ ہم کسی شعارِ اسلام کو ترک کرنے کے لیے کسی حال میں بھی تیار نہیں ہوں گے۔ وہ اتفاق، وہ صُلح جس سے ہمارا ایمان اور اسلام اور اعتقاد جاتا رہے، ہم کسی طرح بھی ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ہندو قوم ہماری سالہا سال کی آزمائی ہے۔ ان سے یہ توقع کرنی کہ ہمارے ساتھ دوستی رکھے گی، ہمارے ساتھ اتحاد و یگانگت کرے گی، بالکل فضول اور لاحاصل ہے۔ بمصداق ؎

با بداں بد باش و با نیکاں نکو جائے گُل، گُل باش و جائے خار، خار

اور ؎

نکوئی با بداں کردن چنانست کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

ہمارا اوّلین فرض ہونا چاہیئے کہ ہر جائز طریقے سے ہم اپنی حفاظت اور غیروں سے بچاؤ اور مدافعت کی کوشش کریں۔

افسوس! کہ مومن، بھولا بھالا مومن ان عیّاریوں اور چالاکیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ تاریخ اصحاب پر روشن ہے کہ ہندوستان میں اشاعتِ اسلام کن پاک نفوس کی بدولت ہوئی۔ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت خواجہ مخدوم علی ہجویری (داتا گنج بخش) رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ اُن سے پیشتر اُن کے پیر بھائی حضرت سیّد حسن زنجانیؒ لاہور میں رونق افروز تھے۔ اُن کا بھی اہلِ ہنود نے سخت مقابلہ کیا۔ اُن کو تکلیفیں پہنچانے کی بہت کوششیں کی گئیں۔ مگر حضرت داتا صاحبؒ کے باطن میں نُورِ نبوّت سے نُورِ ولایت موجود تھا۔ اُس نُور کے سامنے کوئی استدراج کہاں کامیاب ہو سکتا تھا۔ خدائی نُور نے

تمام دُنیاوی ساحرانہ چراغوں کو بجھا دیا اور حق، باطل پر غالب آگیا۔ ازاں بعد خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ تشریف لائے۔ اور پرتھوی راج سے مقابلہ ہوا۔ حضورؒ کے الفاظ مبارک کی خداوندِ عالم نے ایسی قدر کی کہ جو آپ نے فرمایا تھا وہی ہوا۔ آپ نے پرتھوی راج کو کہا کہ :۔

ما تُرا زندہ بہ مسلمانان سپُردیم : (ہم نے تجھے زندہ حالت میں ہی مسلمانوں کے سپُرد کر دیا ہے)

خُدا کی شان اسی سال ترا وڑی کے مقام پر پرتھوی راج زندہ قید ہو کر مسلمانوں کے ہاتھوں آیا اور قتل ہوا۔

خدا کے پاک اور مقبول بندے اہلِ اسلام میں اب بھی موجود ہیں۔ اگر وہ قسم کھا کر کسی کام کے لیے کہہ دیں گے تو انشاءَ اللہ العزیز خُداوندِ کریم ویسا ہی کر دکھائے گا۔ ؎

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر   توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

مگر یہ تمام قصور ہمارا اپنا ہے۔ ہم خود اپنے ہاتھوں تکلیف اُٹھا رہے ہیں۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ سال ہا سال سے ہمارے ساتھ اس قسم کا بُرا سلوک ہو رہا ہے اور مختلف قسم کے مظالم ہم پر توڑے جا رہے ہیں، تو ہم کیوں ہوشیار نہیں ہوتے؟ ہماری مظلومی، بے کسی اور بدانتظامی کی کوئی حد نہیں تو ہم کیوں اپنی تنظیم کی فکر نہیں کرتے؟

برادران اسلام! اِدھر تو مسلمانانِ ہند اپنی زبردست ہمسایہ قوم کے مقابلے میں فتنہ، ارتداد کا سدِباب کرنے میں مصروف تھے، اُدھر ناگاہ اُن کے زخمی اور مجروح دلوں پر ایک اور کاری زخم لگا۔ یعنی عرب کی مقدس سرزمین اور حرم شریف میں جہاں ہر قسم کا جدال و قتال سرعاً منع ہے، جس جگہ داخل ہو جانے والے کے لیے امن کی ضمانت خداوندِ کریم نے دی ہے۔ فرمایا ہے :۔ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا

"اور جو کوئی اس میں داخل ہو وہ امن میں ہوا" (پارہ ۴ آلِ عمران : ۹۷)

ہزاروں بے گناہ بندگانِ خدا اور غلامانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو تہ تیغ کیا گیا۔

مردوں ہی کو نہیں بلکہ جیسا کہ بعض اخباروں میں درج ہے، نجدیوں نے معصوم بچوں، بوڑھوں اور بے گناہ عورتوں کو بھی تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ جوانوں کا تو بفرضِ محال بے قصور سمجھا جا سکتا ہے کہ انہوں نے حکومت کے خلاف کوئی کام کیا ہو اور اطاعت نہ کی ہو مگر بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کا کیا گناہ تھا؟ ؎

گنہ بود مرد ستمگارہ را
چہ تاوان زن و طفل بے چارہ را؟

خدا کی شان! وہ سرزمین مقدس جہاں بال تک کاٹنا، ناخن تک تراشنا، اور جوں تک مارنا منع ہو، وہاں مارنا منع ہو، وہاں آج لوگ بے گناہ غلامانِ سرورِ دوعالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ذبح کریں، اُن کے اس فعل شنیع و نامشروع کو کچھ لوگ استحسان کی نظر سے دیکھیں اور مبارک باد کے تار دیویں۔ گویا حرم شریف کی بے حرمتی اور شعائرِ اسلام کی مخالفت کرنے کو جائز قرار دیا جائے، افسوس صد افسوس! مگر خداوندِ عالم پر پورا بھروسا رکھنا چاہیئے کہ یہ پاک اور مقدس گھر اس کا اپنا گھر ہے۔ اس کے فضل و کرم سے یقین رکھنا چاہیئے کہ خدائے قدوس جلد اس صورت کو تبدیل کرے گا!!! ؎

رسید مژدہ کہ ایامِ غم نخواہد ماند
چناں نماند و چنیں نیز ہم نخواہد ماند

اتفاق و اتحاد

تمام اسلامی فرقوں کا اتفاق چاہنے والو! ؎

سرکنم نالہ اگر تابِ شنیدن داری
سینۂ لشکا خم اگر طاقتِ دیدن داری

برادرانِ ملت! آج کل تمام ہندوستان میں ہر طرف، ہر سمت، ہر گوشے سے اتفاق باہمی اتحاد کی آواز آتی ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی اتفاق اور اتحاد کے خلاف نہیں ہے۔ اسلام تو تمام انسانوں کو اتفاق و اتحاد کی دعوت دیتا ہے۔ کسی کی دل آزاری روا نہیں رکھتا۔ تواریخِ عالم شاہد ہیں کہ مسلمان بادشاہوں نے کس دریا دلی حوصلگی سے مخالفین و معاندینِ اسلام کے ساتھ

سلوک کیا۔ کس عالی ہمتی سے ان کو مراعات دیں، کیوں نہ کرتے؛ غیر مذہب والوں کو مجبور کر کے اسلام میں لانے کا حکم نہ تھا:۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔) (سورہ البقرہ آیت: ۲۵۶) اور لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ (تمہیں تمہارا دین، مجھے میرا دین۔) سورہ کافرون آیت ۶) آیاتِ پاک اس پر شاہد ہیں۔ مگر اس پر بھی یہ الزام کہ اسلام تلوار کی دھار سے پھیلایا گیا۔ یہ بالکل غلط، بہتان اور افترا ہے۔

حضرات! غیر قوم کے ساتھ جو ہندوستان کے طول وعرض میں آباد ہے، اس کے ساتھ اتفاق واتحاد کا جو تلخ تجربہ مسلمانانِ ہند کو ہوا وہ اُوپر بیان کر دیا گیا ہے۔ اُن سے بہتری کی اُمید رکھنی یا دوستی و اتفاق کی اُمید رکھنی صریحاً ارشادِ باری کے خلاف ہے۔ اب ان مُدعیانِ حامیانِ اسلام کا حال سُنیے۔ جو دراصل خود توارکانِ اسلام اور سُنّتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ اور راہِ راست سے منحرف ہو گئے ہیں اور اُن کو جو جادۂ مستقیم اور دینِ قیّم اور سنتِ مُصطفوی پر قائم ہیں، اُن کو اپنے ساتھ ملانا چاہتے ہیں۔ افسوس! ایسا شور برپا کرنے والوں کو علم ہونا چاہیئے کہ وہ یقیناً خود ہی ارکانِ اسلام سے ناواقف ؟ ور نا آشنا ہیں۔ نہ تو وہ خود صحیح معنوں میں غلامِ سرکارِ مدینہ ہیں اور نہ وہ لوگ ہی غلامانِ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن کے بلیے یہ لوگ شور برپا کر رہے ہیں۔ یہ سب فَاتَّبِعُوْنِيْ کی صفت سے بالکل مبرّا ہیں۔

افسوس! وہ ہم کو اتفاق کے لیے مجبور کرتے ہیں اور ہم پر نا اتفاقی کا الزام لگاتے ہیں، جو بالکل خلافِ واقعہ ہے۔ ہم اہلِ سنّت وجماعت کی آبادی تمام ممالکِ اسلامی میں زائد از چالیس کروڑ ہوگی۔ اور ہندوستان میں قریب سات کروڑ کے مسلمان ہوں گے جن میں بمشکل چند لاکھ دوسرے فرقوں کے ہوں گے۔ باقی زائد از ساڑھے چھ کروڑ اہلِ سنّت و

جماعت ہیں، جو بالضرور اتفاق و اتحاد پر قائم ہیں۔

اب ہندوستان میں، جہاں ہر وقت آزادئ مذہب کی ڈینگ ماری جاتی ہے، ہر روز نئے نئے مذہب حشرات الارض کی طرح پیدا ہو رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوئ پیغمبری کے بعد، کئی ایک پیروانِ مرزا غلام احمد نے پیغمبری کے دعوے کئے۔ مرزا غلام احمد پہلے سیالکوٹ کی کچہری میں اہلمدی کے عہدے پر ملازم تھا۔ وہاں سے مختار کاری کا امتحان دیا جس میں ناکامی ہوئی۔ پھر آہستہ آہستہ مریم، عیسٰی، مسیح، مہدی، نبی کل نبیوں کا نچوڑ، معاذ اللہ، خدا کا بیٹا، خدا کا پیدا کرنے والا وغیرہ پھر کرشن گوپال بن کر اس جہان سے سدھارا۔

برادران! آپ کو اچھی طرح معلوم ہوگا کہ صادق نبی اور کاذب نبی میں کیا فرق ہے۔ مگر چند ایک امتیازی نشانات میں بھی بیان کئے دیتا ہوں۔

۱۔ سچا نبی کسی اُستاد کا شاگرد نہیں ہوتا۔ اس کا علم لدنی ہوتا ہے۔ وہ رُوح القدس سے تعلیم پاتا ہے۔ اس کی تعلیم و علم بلا واسطہ خداوند قدوس سے ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے خلاف ہوتا ہے۔

۲۔ ہر سچا نبی اپنی عمر کے چالیس سال گزرنے کے بعد ایک دم بحکم رب العالمین مخلوق کے رُوبرو دعوئ نبوت کرتا ہے اور اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ کے الفاظ سے دعویٰ کرتا ہے۔ تدریج اور آہستہ آہستہ کسی کو درجۂ نبوت نہیں ملا کرتا۔ جو نبی ہوتا ہے وہ پیدائش سے نبی ہوتا ہے جھوٹا نبی اس کے برخلاف آہستہ آہستہ دعووں کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔

۳۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور خاتم الانبیا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تک جتنے نبی ہوئے، تمام کے نام مفرد تھے۔ کسی سچے نبی کا نام مرکب نہ تھا۔ اس کے برعکس جھوٹے نبی کا نام مرکب ہوا۔

۴۔ سچا نبی کوئی ترکہ نہیں چھوڑتا۔ سچا نبی کسی اولاد کو محروم الارث نہیں کرتا۔ جھوٹا نبی ترکہ چھوڑ کے مرتا ہے۔ اور اولاد کو محروم الارث کرتا ہے۔

مرزائی جو مرزا غلام احمد کے پیرو ہیں، وہ ختم نبوت کے قائل نہیں ہیں۔ اس طرح وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مدارجِ رسالت و نبوت میں کمی کرنے والے ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج مرزا غلام احمد کے لیے مانتے ہیں۔ پھر ان سے اہلِ سنت و جماعت کس طرح اتفاق کر سکتے ہیں؛ ہم نے ان کو نہیں چھوڑا بلکہ وہ خود ہم سے علیحدہ ہو کر گمراہ ہو گئے۔ نہایت حیرت و استعجاب کی بات ہے کہ مرزائی خود، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو چھوڑ کے اَور کی غلامی اختیار کریں۔ اس پر بھی اُن کو مسلمان سمجھا جائے!! نفاق تو وہ خود کرتے ہیں۔ جماعتِ ناجیہ کو خود انہوں نے چھوڑا۔ بموجب فتویٰ اہلِ سنت و جماعت وہ خود دینِ اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہو گئے اور چاہِ ضلالت میں جا گرے ہیں۔ بے وفائی تو انہوں نے خود کی جو راہِ راست سے پھسل گئے۔ طوقِ غلامیٔ نبیٔ آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے گلے سے اُتار دیا۔ اس پر طرّہ یہ ہے کہ بعض نادان دوست ہم کو کہتے ہیں کہ اُن سے اتفاق کرو۔ نا اتفاقی کے مرتکب وہ ہیں اور شکایت اُلٹی ہماری!! ؎

گلہ ہم سے ہے بے وفائی کا ۔ کیا طریقہ ہے آشنائی کا

دوسرا گروہ ہندوستان میں وہابیوں کا ہے۔ جو اپنے آپ کو اہلِ حدیث پکارتے ہیں۔ حالانکہ یہ نام قرآن پاک میں کسی جگہ نہیں آیا۔ وہاں تو اہلِ ایمان اور اہلِ اسلام کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اس گروہ کی بھی ہندوستان میں بہت قلیل تعداد پائی جاتی ہے۔ اس جماعت کا بانی ایک شخص عبدالوہاب نجدی تھا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک میں بہت گستاخیاں کیں۔ ایسے ایسے ناروا کلمات کہے جو ناقابلِ بیان ہیں۔ وہابیانِ ہند اس سے بھی بدتر عقیدہ رکھتے ہیں۔ العیاذ باللہ! حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارجِ نبوت اور مقاماتِ

رسالتِ محمدیؐ کے منکر ہیں۔ اور حضورؐ کی شان مبارک میں بے ادبی اور گستاخانہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

اسلام اور ایمان تو محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں، جسے حضورؐ کی غلامی کا فخر نہیں، اُس میں ایمان نہیں۔ جتنی زیادہ محبت اور غلامی حضورؐ کی ہوگی اُتنا ہی زیادہ ایمان ہوگا۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہانت کرے گا، بے ادبی اور گستاخی کرے گا، وہ ایمان سے دُور ہوگا۔ ؎

از خدا خواہیم توفیقِ ادب — بے ادب محروم ماند از فضلِ رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد — بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

ہم تو اُن بھائیوں کو جو ہم کو چھوڑ کر راستے سے بھٹک گئے ہیں، ہر وقت اپنے میں ملانے کے لیے، اُن سے اتفاق و اتحاد قائم کرنے کے لیے، تیار ہیں۔ بشرطیکہ وہ راہِ راست پر واپس آجائیں۔ قصوروار، خطاکار تو وہ خود ہیں۔ طوقِ غلامئ محبوبِ کبریا (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اُنہوں نے گلے سے اُتارا ہے۔ اربابِ محبت اور صاحب دلوں کی صحبت کو انہوں نے ترک کیا ہے۔ حبیبؐ ربّ العالمین کی محبت کے رشتے کو توڑ دیا ہے۔ تو پھر ان سے کسی مومن، صاحبِ ایمان، غلامِ سرورِ دوجہاںؐ کا تعلق ہو تو کس طرح سے؟ ؎

اس کو اربابِ محبت میں کروں میں کیا شمار — آپکی زلفوں سے جس کا سلسلہ ملتا نہیں

نہایت تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ حضور سرورِ کائنات مفخرِ موجودات رُوحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات کہیں۔ اور بزرگانِ دین کو گالیاں دیں، ہم اُن کی یاوہ گوئی بھی سُنیں اور اُن سے سلوکِ محبت و اخوت کا سلسلہ قائم رکھیں۔ تو پھر ہم سے بڑھ کر بے غیرت اور کون ہو سکتا ہے۔

!! لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا غَیْرَۃَ لَہٗ — جس کو غیرت نہیں اس میں ایمان نہیں۔

ایمان والوں کے لیے تو حکم ہے کہ وہ ایمان والے تبھی ہو سکتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں سے زیادہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز سمجھیں۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (سورۃ احزاب ۶)

یہ نبی، مسلمانوں کا اُن کی جان سے زیادہ مالک ہے۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (حدیث شریف)

(تم میں سے کوئی ایک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُس کے لیے اُس کی اولاد اور والد اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔)

جب اصولِ ایمان یہ ہُوا تو جو بے دین پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرے، بزرگانِ دین، مشائخ کرام، علمائے عظام کی توہین کرے، اُس سے ہمارا کیا تعلق!!

مرزائی ہوں یا وہابی، چکڑالوی ہوں یا بابی، وہ خود ہم کو چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے! ور الزام اُلٹا ہم پر لگایا جاتا ہے کہ ہم اُن سے اتفاق کیوں نہیں کرتے۔ ع

چہ دلاور است دُزدے کہ بکف چراغ دارد!

کیا حدیث شریف میں نہیں ہے کہ جو اسلام میں رخنہ اندازی کرنے والا ہو، جو بدی کرنے والا ہو، جو اسلام اور مسلمانوں کے حق میں بدگوئی کرنے والا ہو، اُس سے علیحدگی اختیار کرو، کیا یہ قرآنِ پاک کا حکم نہیں ہے کہ جب تم کسی سے ملو، جو ہماری آیات کی نسبت بیہودہ گفتگو کر رہا ہو تو اُس کی صحبت سے پرہیز کرو؟

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پارہ ۷، سورۃ الانعام آیت ۶۸)

"یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھ"

انہی لوگوں کی پہچان میں حدیث شریف شاہد ہے کہ "قرآن مجید اُن کی گردنوں سے یعنی

حلق سے نیچے نہیں ہوگا۔"

ہم بالکل صاف دل سے اور علی الاعلان کہتے ہیں، اور ہر وقت کہتے ہیں کہ ہم کو کسی سے پرخاش نہیں۔ کوئی ذاتی غرض ناراضگی کی نہیں۔ ہم سے بھاگ جانے والے، ہم سے جدا ہو کر چاہِ ضلالت میں جا گرنے والے، گمراہی کے بادیہ کے سرگرداں، آج پھر واپس آجائیں تو ہم اُن کو گلے لگانے کے لیے تیار اور اُن کی خدمت کے لیے کمربستہ ہیں۔ ہمیں کوئی کینہ اور بغض اُن سے نہیں ہوگا ؎

کفر ست در طریقتِ ما کینہ داشتن آئینِ ماست سینہ چو آئینہ داشتن
وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم کہ در طریقتِ ما کافری ست رنجیدن

اتفاق و اتحاد کا راگ گانے والوں سے کہہ دینا چاہیئے کہ کیا اُن کو یاد نہیں ہے کہ حضرت سرورِ کون و مکان محبوبِ انس و جان روحی فداہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ میری امت کا اجتماع کبھی غلطی پر نہ ہوگا؛"

لَا تَجْمَعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ

"میری اُمت گمراہی پر مجتمع نہیں ہوسکتی۔ (حدیث شریف)

وہ ذرا چشمِ بصیرت سے بنظرِ غور دیکھیں اور سوچیں کہ امت کے سوادِ اعظم کا اجتماع کس طرف ہے اور وہ کس طرف یہ بھی یاد رکھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص سوادِ اعظم کو چھوڑ دے گا وہ داخل دوزخ ہوگا۔

اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّہٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ

(تم بڑی جماعت کی تابعداری کرو۔ پس جو شخص جماعت سے جدا ہوا وہ دوزخ میں جدا ہوا۔)

حضرات! فقیر نے اُوپر بیان کیا ہے کہ آئے دن ہندوستان میں حشرات الارض کی طرح نئے مذہب پیدا ہوتے ہیں۔ فقیر کے دیکھتے دیکھتے ہندوستان میں وہابی، مرزائی، چکڑالوی،

بابی، بہائی وغیرہ پیدا ہوئے۔ چکڑالویوں کی تعداد اس قدر قلیل ہے کہ اُن کا شمار انگلیوں پر ہوتا ہے۔ چکڑالوی کسی سنت وحدیثِ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو نہیں مانتے۔ قرآن پاک کے معنی اور تفسیر اپنی مرضی کے مطابق کرتے ہیں۔ اتفاق کا ڈنکا پیٹنے والے بتائیں کہ اُن سے اتفاق واتحادِ عمل کس طرح ہوسکتا ہے۔ نہ تو وہ صحیح معنوں میں سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں، نہ اُن سے محبت اور تعلق رکھتے ہیں اور نہ اُن کے اعمال و افعال مطابقِ سنت ہیں،

ان کے علاوہ دو گروہ اور قابلِ ذکر ہیں۔ ایک تو رافضی دوسرے خارجی۔ رافضی، اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر صوفیائے کرام کو گالیاں دینا اور تبرا کرنا اپنا ایمان جانتے ہیں۔ کوئی ذی عقل وہوش ایسے مذہب کو صحیح اور درست سمجھ سکتا ہے، جس میں گالیاں دینا اور دوسروں کو بُرا بھلا کہنا جائز اور جزوِ ایمان خیال کیا جائے؛ اور اس پر طرّہ یہ کہ ہم سے کہا جاتا ہے کہ ان سے سلوک کرو۔ سلوک کن سے کرو؛ ظالموں سے، دین میں رخنہ اندازی کرنے والوں سے، ہم سے جُدا ہو جانیوالوں سے سبحان اللہ! اُن سے اتفاق کرانے والوں کا کیا یہ منشا تو نہیں ہے کہ ہم بھی اُن سے مل کر گمراہ ہو جاویں اور اپنا ایمان کھو دیویں۔ معاذاللہ! خداوند کریم ایسے غلط مشورہ دینے والوں کو نورِ بصیرت، عقلِ سلیم، ایمانِ کامل عطا کرے۔ تاکہ وہ دیکھ سکیں کہ کون غلطی پر ہے اور کون صحیح ہے۔ کس سے اتحاد واتفاقِ عمل ہوسکتا ہے۔ کون سے دو شخص مل کر صحیح کام کر سکتے ہیں۔ کیسا اتفاق واتحاد صحیح نتیجہ نکالے گا اور کس اتحاد سے جنگ و عناد پیدا ہوگا۔ ؎

صحبتِ ناجنس گر جاں بخشت خوش دل مباش
آب را دیدی کہ ماہی را بدام افگند و رفت

؎ وصلے کہ درو ملال باشد — ہجراں بہ ازاں وصال باشد

تاریخ کو دیکھو تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آج سے ستّر سال پہلے دُنیا میں ایک فرد

بھی وہابی نہ تھا، اور تمام ملکوں میں مسلمان اہل سنّت وجماعت تھے۔ آج سے چالیس سال پیشتر ہندوستان میں کوئی مرزائی یا قادیانی نہ تھا۔ سب اہل سنت وجماعت تھے۔ آج سے بیس سال پیشتر تمام دُنیا میں کوئی چکڑالوی نہ تھا یہ تمام مذہب فقیر کے دیکھتے دیکھتے، ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ان کے جس قدر پیرو ہیں، اُن کو فقیر تو کہتا ہے کہ رہزنی اور ڈاکہ زنی کے ذریعے ہماری جماعت سے چرائے گئے ہیں۔ اور اب یہ سب ہم سے سخت اختلاف رکھتے ہیں۔ اس لیے سوال یہ ہے کہ نااتفاقی اور مخالفت کرنے والے ہم اہل سنت جماعت ہیں۔ یا وہ جنہوں نے نئے نئے مذہب اختیار کئے، اور جادۂ مستقیم اور سنّتِ نبویؐ سے پھسل گئے۔ ہم پر یہ الزام لگانا کہ ہم نااتفاقی پیدا کرتے ہیں۔ محض، تہمت اور بہتانِ عظیم ہے۔ ہم سے دل سے چاہتے ہیں اور شب و روز دُعا مانگتے ہیں کہ جتنے کافر دُنیا میں آباد ہیں، سب خدا کرے مسلمان ہو جائیں اور غلامیٔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کر کے دوجہاں میں سُرخروئی حاصل کریں تو ہم مسلمانوں کو کس طرح اپنے سے علیحدہ کر کے کافر بنانا چاہیں گے۔!!

آریہ سماجی اخبار ملاپ لاہور نے فقیر کی نسبت یہ لکھا تھا کہ "اُس کی سعی سے پچیس ہزار ہندوؤں نے اسلام قبول کیا"۔ گو یہ تعداد غلط تھی مگر فقیر خداوندکریم مجیب الدعوات کی بارگاہِ قدس میں دُعا کرتا ہے کہ فقیر کے ہاتھ سے بجائے پچیس ہزار کے خدا کرے پچیس لاکھ ہندو مسلمان ہو جائیں۔!! ہمارے دشمن تو ہماری نسبت یہ رائے ظاہر کریں اور ہمارے بھائی ہم پر یہ الزام لگائیں کہ ہم مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں۔ یہ ہم پر صریح بہتان ہے۔ بخدا ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ تمام کے تمام مرزائی، خارجی، وہابی، بابی، مہدوی وغیرہ اپنے عقائد باطلہ سے تائب ہو کر صحیح اسلامی عقائد کی جانب رجوع کریں اور اہل سنّت وجماعت کا سواد اعظم بن جائیں،

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (سورۃ آل عمران: ۱۰۳)

("اور سب مل کر اللہ کی رسّی مضبوطی سے تھام لو اور باہمی تفرقہ نہ کرو۔")

ہم اُن کو دل و جان سے اپنے ساتھ ملانے کو تیار ہیں۔ ع چشمِ ما روشن دلِ ما شاد
کوئی شخص اس بات کا ثبوت نہیں دے سکتا کہ اہلِ سنت و جماعت میں کسی شخص نے
بھی کسی کو یہ کہا ہو کہ وہ ہم سے نکل جائے۔ اِس کے برعکس ان سب کو واپس لانے اور اپنے
میں ضم کرنے کے لیے یہ آل انڈیا سنّی کانفرنس قائم کی گئی ہے۔ تاکہ وہ سب اپنے عقائد
باطلہ کو چھوڑ کر پھر ہمارے ساتھ مل جائیں۔

آپ نے غالباً رسالہ "تشحیذ الاذہان" (جس کو اہلِ اسلام "تخریبُ الایمان" کہتے ہیں) دیکھا
ہوگا۔ یہ رسالہ مرزا محمود قادیان سے نکالتے تھے۔ غالباً اپریل ۱۹۱۰ء کے رسالہ میں مرزا محمود
نے لکھا تھا کہ جو کوئی مرزا غلام احمد کو پیغمبر نہیں مانتا، وہ کافر ہے۔ اس طرح اس نے اپنے
خیال کے بموجب تمام دُنیا کے مُسلمانوں کو کافر بنا دیا۔ اس لیے کہ وہ مرزا غلام احمد کو پیغمبر
نہیں مانتے۔ اب ایسے اعتقاد والوں کو اہلِ سنّت و جماعت کیوں اپنے میں ملائیں۔ اِن
کے لیے تو واقعی وہی سزا صحیح ہے جو کابل میں مرزائیوں کو ملی، جو شریعت حقّہ کے مطابق ہے،
جمعیت علمائے ہند بھی اس امر کی تصدیق کر چکی ہے۔

تاریخِ عالم اور کی کتابوں کا مطالعہ کرنے پر یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ اشاعت و
تبلیغِ اسلام کا جس قدر کام کیا ہے، وہ سب اہلِ سنت و جماعت کے پاک اور مقبول بندگانِ
خدا نے کیا ہے۔ جو کچھ ہوا اُن کی سعی اور اُنہی کے یمن و برکت سے ہوا۔ جس طرف اِن غلامانِ
سرکارِ سرمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے رُخ کیا فتح و نصرت نے اُن کے قدم چُومے۔ اور کیوں
ایسا نہ ہوتا؟ وہ اپنی خواہشات کو اتباعِ سنّت اور محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں فنا کر
چکے تھے۔ جو کام کرتے تھے۔ خالصتاً لوجہِ اللہ کرتے تھے۔ نمود و نمائش، ریا و آلائش کا
شائبہ تک اُن کے کاموں میں نہیں ہوتا تھا۔ اُن کو خداوندِ کریم کی طرف سے رَضِیَ اللّٰہُ
عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ (التوبہ: ۱۰۰) خدا اُن سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں)

کا خطاب حاصل تھا۔ مگر افسوس! کہ آج اُن کا ایمان، اُن کی سعی و ہمت، اُن کا استقلال و ارادہ، اُن کا عزم و حزم ہم میں باقی نہ رہا۔

سبحان اللہ! مومن کی بڑی اونچی شان ہے۔ بڑا بلند پایہ ہے۔ مومن کسی سے مغلوب نہیں۔ کسی سے ڈرتا نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ شاہد ہے۔ (آلِ عمران: ۱۳۹)

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

(اور سستی نہ کرو اور نہ غم کھاؤ اور تم غالب ہو اگر تم ایمان والے ہو۔)

خداوند کریم کا وعدہ کسی طرح بھی غلط نہیں ہو سکتا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى (پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ: ۶۸)

(تو مت ڈر بے شک تو غالب ہے۔)

جب مومن کی یہ شان ہے کہ سب سے بلند، سب سے اعلیٰ ہے، کبھی ذلیل نہیں ہو سکتا، تو پھر یہ دیکھنا ہو گا کہ ہماری موجودہ پست حالت کا سبب کیا ہے؟ غور کیجئے تو نظر آئے گا کہ ؎

ہر چہ ہست از قامت ناساز و بد اندام ماست ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کوتاہ نیست

سوچیئے کہ ایسے پاک اور مقدس مواعید کے ہوتے ہوئے ہماری اس ذلت و نکبت کی کیا وجہ ہے۔ ہمارے ادبار و افلاس کا کیا سبب ہے۔ آخر اس مفلوک الحالی، بے عزتی، مصائب و آلام، رنج و بلا کی کوئی وجہ تو ضرور ہے۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تھا تو اُس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل تھی حضورؐ کے بعد صحابہ کرام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں بھی مسلمان باقی اقوام کے مقابلے میں بہت کم تعداد میں تھے۔ یہ کیا وجہ تھی کہ انہوں نے جدھر کا رُخ کیا تمام عالم کو مسخر کر لیا۔ مملکتوں کو تہ و بالا کر ڈالا۔ بڑے بڑے گردن کشوں کو مطیع و فرمانبردار بنا لیا۔

بڑے بڑے با جبروت بادشاہ مسلمانوں کے نام سے کانپتے تھے اور تمام عالم اُن کے زیرِ فرمان تھا۔ ایک وہ وقت تھا کہ اسلام کے سچے قلیل التعداد غلاموں اور متبعانِ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شجاعت و ایمان، تہوّر و مردانگی، عالی ہمتی، دریا دلی فیاضی، حرّیت مساوات کا تمام عالم میں سکہ بٹھا دیا تھا، اور ایک آج کا وقت ہے کہ باوجود دُنیا کے تمام اسلامی ممالک میں قریب چالیس کروڑ کے مسلمان موجود ہیں، مگر باوجود اس کثیر تعداد کے وہ ادبار و فلاکت اور ذلّت و نکبت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اُن کی سلطنتیں غیر اقوام نے یکے بعد دیگرے برباد کر دیں۔ اُن کے اموال و املاک کو تاراج کیا۔ اُن کے علم کی دولت اُن سے چھین لی گئی۔ اُن کی عزّت جاتی رہی۔ تجارت اُن کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اور وہ اقوامِ عالم میں ذلیل و رُسوا ہو رہے ہیں۔

ان تمام خرابیوں، بے عزّتیوں، ذلّت و ادبار کی کچھ وجوہ ضرور ہیں۔ اسلام، پاک اور مقدس اسلام، اپنے اصولوں میں ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔ اس پر کاربند ہونے والے آج بھی ویسے ہی پُرجوش صاحبِ ایمان ہو سکتے ہیں۔ اور اُن کے دلوں میں پھر ویسی ہی گرمی ہو سکتی ہے۔ مگر دیکھنا ہے کہ آج کے مسلمانوں کے اعتقادات بھی صحیح ہیں کہ نہیں۔ کیا نورِ ایمان و الیقان ہمارے دلوں میں موجود ہے؟ کیا ہم میں وہ محبّتِ رسول ؐ اور اتباعِ سنّت، جو ہمیں فَاتَّبِعُوْنِیْ کے درجہ میں لا کر شانِ محبوبیّت پر پہنچاتی ہے، پائی جاتی ہے؟

حضرات! خداوند کریم جو دونوں جہانوں کا بادشاہ ہے، کبھی اپنے محبوب کو ذلیل نہیں ہونے دیتا۔ اس لیے آؤ! اس صحیح معیار پر اپنے اعتقادات اور اعمال اور محبّت اور نورِ ایمان کو پرکھیں۔ اگر ہم میں وہی محبّت ہو جو صحابہ کرام رضؓ، تابعین رحؒ، تبع تابعین رحؒ یا مشائخ عظامؒ اور صوفیائے کرامؒ میں پائی جاتی تھی تو ہم کو محبوبیّت اور مومن کی شان جو تمام عالم سے اعلیٰ اور ارفع ہے، نصیب ہو سکتی ہے۔ اور اگر ہم میں نہ محبتِ رسول ؐ ہو، نہ اتباعِ سنّت ہو، نہ ایمان صحیح ہوں، نہ اعمال صالح ہوں، نہ نسبتِ مشائخ حاصل ہو، تو پھر ہم نہ مومن ہیں نہ

مُسلم۔ بلکہ ہم صرف "بدنام کنندہ نکونامے چند" کے مصداق ہیں۔ اگر ہمارا ایمان صحیح نہیں
اور ہم ارکانِ اسلام کی پابندی نہیں کرتے، ذکرِ خدا کے نُور سے دل کو گرم اور روشن نہیں کرتے،
نماز جو معراجِ مومن ہے ادا نہیں کرتے، شعائرِ اسلام کی پروا نہیں کرتے، تو پھر ؎

جی عبادت سے چُرانا اور جنّت کی طلب ! کام چور اس کام پر کس منہ سے اُجرت کی طلب

یاد رکھو! خداوند کریم کے وعدے کبھی غلط اور جھوٹے نہیں ہو سکتے۔ ہم ہی ان وعدوں
کے اہل نہیں ہیں ؎

عام ہیں اُس کے تو الطاف شہیدی سب پر تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

دیکھو تو خداوند کریم قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا ج
وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ج قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْٓ اَعْمٰى
وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ط قَالَ كَذٰلِكَ ج اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ
الْيَوْمَ تُنْسٰى ٥ ۔ (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲۴)

(اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے تنگ زندگانی ہے
اور ہم اُسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے، کہے گا اے رب میرے مجھے تُو نے
کیوں اندھا اٹھایا میں تو انکھوں والا تھا اللہ فرمائے گا یونہی تیرے پاس آئتیں
آئی تھیں تُو نے انہیں بھلا دیا اور ایسے ہی آج تیری کوئی خبر نہ لے گا)

عزیزان و برادران! قرآن پاک وہ کتاب ہے، جس کا ہر حکم اہلِ ایمان کے لیے موجبِ
ازدیادِ ایمان ہے جس کے ایک حرف کا بھی انکار مُسلم کو کافر بنا دیتا ہے۔ تو پھر ماننا پڑتا ہے
کہ خداوند تبارک وتعالیٰ کو، جس نے صرف اسلام کو پسندیدہ مذہب بنایا ہے اور جس نے حکم فرمایا
ہے، کہ بدوں اسلامی طریقہ کے اور کوئی عبادت قبول نہیں ہو سکتی، مسلمانوں سے کوئی ضد نہیں ہے۔

نہ ہو سکتی ہے۔ بلکہ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ چونکہ مسلمانوں نے ہی شعائرِ اسلام کی خلاف ورزی کی
اُن کے اعتقادات صحیح نہ رہے، اُن کے اعمال وافعال غلط ہیں، اور اُن کے اعتقادات کے
ہمراہ نورِ یقین کی تائید نہیں رہی۔ نیز بزرگانِ دین اور مشائخ عظام سے، جو نورِ ایمان اور نورِ یقین
کا سرچشمہ ہیں، انہوں نے منہ پھیر لیا، اور یادِ خداوندی کا سرشتہ اُن کے ہاتھ سے جاتا رہا
رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی غلامی اُن سے چھٹ گئی، چنانچہ وہ سزا کے مستحق ٹھہرے۔ خداوند
کے ذکر اور احکام سے منہ موڑنے کی جو سزا ملی وہ یہ تھی کہ ان پر دُنیا تنگ کردی گئی، معیشت
زندگی تنگ کردی گئی۔ سلطنت چھین لی گئی۔ عزّت وآبرو، دولت وجاہ وحشمت جاتی رہی
اس پر بھی اکتفا نہیں ہوگا۔ بلکہ ایسے لوگوں کو عاقبت میں اور بھی بھاری سزا ملے گی۔ اور قیامت
کے روز اُن کو اندھا اٹھایا جائے گا۔ تاکہ وہ دیدارِ الٰہی سے محروم رہیں۔ ؎

ہر کہ امروز نہ بیند اثرِ قدرتِ اُو — غالب آنست کہ فرداش نہ بیند دیدار

ارشاد ہوگا کہ چونکہ تم نے دنیا میں آنکھوں والا ہو کہ اندھوں کی طرح ہماری آیات کو
نہ دیکھا اور اُن کو بھُلا دیا۔ تو آج وہ دن ہے کہ ہم تم کو بھلا دیویں۔ خدا پناہ میں رکھے اس
سزا سے!! دُنیا میں بھی ذلّت اور آخرت میں بھی رسوائی۔ ازیں سُوراندہ ؎

ایں جا غمِ معیشت انجا سزائے عصیاں — آسایشِ دو گیتی بر ما حرام کردند

آؤ! باز آؤ! ابھی وقت ہے۔ توبہ کا دروازہ کھُلا ہے۔ خداوندی بارگاہِ عالی ہر وقت
تمہاری دعاؤں کو، بشرطیکہ اضطرار و تضرّع سے کی جائیں، قبول کرنے کے لیے تیار ہے۔ ندامت
کے آنسو بہاؤ، گزشتہ گناہوں سے توبہ کرو ؎

باز آ، باز آ، ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہِ ما درگہِ نومیدی نیست — صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اصلاح دیکھو! کون سی بدعادت ہے جو مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ ہر قسم کے عیب اور گناہ میں ہم گرفتار ہیں۔ ہر موقع کی رسومات بد جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہم میں پائی جاتی ہیں۔ بیاہ، شادی، منگنی وغیرہ پر بھی ہم سُنّت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرتے ہیں۔ فضول اور بُری رسموں نے ہم کو جادۂ مستقیم سے کوسوں دُور لے جا کے ڈال دیا ہے۔

بُرے اخلاق اور بُری عادات والے ہم میں بے شمار پائے جاتے ہیں۔ بلکہ ایسے بھی بہت ہیں جو ان برائیوں پر ساتھ ہی فخر بھی کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ! چوری، رہزنی، ڈاکہ بداخلاقی اور دوسرے جرائم ہماری ہی قوم میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ حقہ نوشی، بھنگ، چنڈو، گانجا، افیون، مے نوشی وغیرہ سارے افعالِ بد فخر سے کئے جاتے ہیں۔ تعلیم کی طرف سے بالکل بے پروائی ارکانِ مذہب سے بالکل ناواقف، دُنیاوی تعلیم میں ہمسایہ قوم سے بہت پیچھے، تجارت میں کوئی حصہ ہی نہیں۔ ملکی ملازمتوں میں بھی صفر جائداد، املاک غیروں کے قبضے میں۔ غرضیکہ ہماری ذلّت کی کوئی حد نہیں۔

ہماری بے کسی اور بے لبی کی بُری حالت ہے، نہ ہماری کوئی مرکزی انجمن ہے نہ کوئی تنظیم سب سے پہلے ضروری، ہے کہ ہم اپنی اندرونی اصلاح کریں۔ یعنی اوّل اپنی اپنی دینی اصلاح کریں۔ دنیاوی اصلاح اس کے ساتھ ہوتی جائے گی۔ ضروری ہے کہ ہر مسلمان اوّل اپنی دینی حالت کو درست کرے۔ یعنی اپنے دِل میں اسلام کی صحیح محبت پیدا کرے۔ اسلامی اصول و ارکان کا پابند بنے، شعائرِ اسلام کی سے عزت کرے۔ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا غلام بن جائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے گزشتہ گناہوں سے تائب ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس اسوۂ حسنہ کی پیروی اختیار کرے اور اس نُورِ یقین کی برکت حاصل کرنے کی کوشش کرے، جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے

دلوں کو منور کیا تھا۔ اور جو نورِ باطن آج بھی صوفیائے کرام کے سینوں میں آفتاب درخشندہ کی طرح موجود ہے۔

برادران! آپ کو معلوم ہے کہ صرف دو مقدس صوفیائے کرام (خواجہ محمد یعقوب اور خواجہ محمد دربندی رحمۃ اللہ علیہما) کی دُعا سے سارے تُرک مسلمان ہو گئے تھے۔ وہی توجہ، وہی نُور، وہی دُعا، اب بھی اہلِ دل اربابِ بصیرت کے سینوں میں موجود ہے۔ اگر موجودہ زمانہ کے زبُوں حال مسلمان اپنے اعمالِ سیۂ سے تائب ہو کر صوفیائے کرام کی خدمت میں حاضر ہوں، اُن سے نُورِ ایمان و ایقان حاصل کریں اور عقائدِ اہلسنت وجماعت کے مطابق اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں، تو پھر وہی کچھ بن سکتے ہیں جو قرونِ اولیٰ میں تھے۔

غور کرو کہ وہ نُورِ ایمان و ایقان و محبتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کہاں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یاد رکھو کہ عطّار کے پاس جاؤ گے تو عطر کی خوشبو پاؤ گے۔ آہن گر کے پاس جا کے بیٹھو گے تو نہ صرف کپڑے جلا لو گے بلکہ ایسا بھی ہو گا کہ منہ بھی کالا ہو جائے گا۔ نُورِ ایمان صرف صوفیائے کرام اور عاشقان و متبعانِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے نصیب ہو سکتا ہے۔ محبتِ رسولؐ اور معرفتِ خدا عطا کرنے والے یہی پاک وجود ہیں۔ دوسرے لوگ جو محبت سے نا آشنا ہیں، جو محبوبیت کی شان اور خُلقِ محمدیؐ سے ناواقف ہیں، اُن کے پاس بیٹھنے سے وہی آہنگر کی صحبت کا سا حال ہو گا۔ صوفیائے کرام صحیح آئینہ یا صحیح مظہرِ کمالاتِ محمدیؐ ہیں۔ وہی فدائیانِ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اُن کا باطن نُورِ محمدیؐ سے منور ہوتا ہے۔ اسی نُورِ باطن سے وہ تمام عالم کو منور کرتے ہیں۔ مگر جو خود ہی نُور کے حصول کی خواہش نہ کرے، اُسے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ تمام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ ان عاشقانِ محبوبِؐ رب العالمین کی غلامی اختیار کریں۔ اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر محبتِ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نُورِ ایمان کے حصُول کی سرگرم خواہش

ظاہر کریں۔ تو پھر اُن کے لیے دنیا و آخرت میں بہتری ہو سکتی ہے ؎

شو ہمدم پروانہ تا شوختن آموزی　　　با سوختگاں بنیش شاید کہ تو ہم سوزی

خود ارکانِ دیں اور علمِ دین سے واقفیت حاصل کرو۔ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلاؤ۔ اُن کو اصول و ارکانِ اسلام حفظ کراؤ، اُن کی پابندی کی اُن میں پکی عادت ڈالو۔ اُن کو بدکاروں، بروں اور غیروں کی صحبت سے بچاؤ، اپنے علمائے کرام کی عزت کرو۔ دُنیا میں سوائے ہندوستان کے اور کوئی ایسا ملک نہیں ہے جہاں اپنے بزرگانِ دین کی توہین کی جاتی ہو۔ جو اپنے بزرگوں کی عزت نہیں کرتا زمانہ اُس کی عزت نہیں کرتا۔ اس لیے نہایت ضروری ہے کہ علمائے اسلام کی، جو تمہاری دینی اور دُنیاوی بہتری کا راستہ بتاتے ہیں، اور جو پیغمبر اسلام علیہ السلام کے وارث ہیں، اُن کی عزت و تکریم کیا کرو۔ اُن کے مراتب کا لحاظ رکھا کرو۔ اُن کے مراتب کا لحاظ رکھا کرو۔ خوب یاد رہے کہ تمہاری قومیت کی عزت اُنہی کی عزت و تعظیم پر منحصر ہے۔ اس لیے علمائے دین کی تعظیم و تکریم تمہارا اوّلین فریضہ ہے۔

دُنیاوی تعلیم "علم مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے"۔ جہاں سے ملے اِس کو حاصل کرنا اس پر فرض ہے۔ اس لیے دینوی تعلیم حاصل کرنا، جو فی زمانہ مروّج ہے، نہایت ضروری ہے۔ تاکہ اہلِ اسلام غیر اقوام کے دوش بدوش شاہراہِ ترقی پر چل سکیں۔ کوئی قوم جب تک وہ زمانے کے علوم سے واقف نہ ہو۔ دوسری قوم کے مقابلے میں ترقی نہیں کر سکتی۔ نیز حکومتِ وقت کے ماتحت ملازمت حاصل کرنے کے لیے بھی موجودہ علوم میں سعادت اور تعلیم حاصل کرنی ضروری ہے۔ بدوں تعلیم کے حصولِ ملازمت ممکن نہیں۔ اور ملازمتوں میں بھی اہلِ اسلام کا دوسری کے مقابلے میں تناسب حاصل کرنا بے حد ضروری ہے۔

رسومِ بد مسلمانوں کا ان تمام بُری رسموں سے، جو اسلام کے مقدس اصول و ارکان کے منافی ہیں، بالکل کنارہ کش ہونا لازم ہے۔ یک قلم ایسی تمام بُری رسموں کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ تمام رسومِ بد سے توبہ کرنی چاہیئے۔ تمام عاداتِ بد سے صحیح توبہ کرکے صحیح اسلامی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ فضول خرچی اور اسراف کے لیے قرآن پاک کا حکم ہے کہ:۔

اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ (پارہ: ۸ سورہ الانعام آیت ۱۴۱)

(بے شک حد سے بڑھنے والے اُسے پسند نہیں)

نیز ارشاد ہے کہ

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ۔ (پارہ: ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۶، ۲۷)

(اور فضول نہ اڑاؤ، بے شک اُڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں)

اُخوّت و یگانگت اپنے غریب اور نادار اہلسنت مسلمان بھائی کو اپنا بھائی سمجھو۔ اس کے ہمراہ اخوّت و محبّت قائم کرو۔ اُس کی عزّت تمہاری عزّت ہے۔ اگر تُم اس کی عزّت نہیں کروگے، تو اُس کو کون اپنا بھائی اور محب سمجھے گا۔ ذرا غور کرو۔ ممکن ہے تمہارے پاس دُنیا کا زر و مال اس سے زیادہ ہو۔ اِس صورت میں اس درجہ تُم سے بہت بلند ہوا۔ یاد رہے خداوند کریم کی بارگاہِ عالی میں دنیاوی زر و مال، تعظیم و تکریم کا معیار نہیں ہے۔ وہاں تو حکمِ خداوندی ہے:۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (سورہ حجرات: ۱۳)

(بے شک اللہ کے یہاں تُم میں زیادہ عزّت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے)

کے بموجب متقی اور پرہیزگار کا درجہ بلند ہے۔ تو شاید خدا اور اُس کے رسولِ پاک ﷺ کے نزدیک

وہ غریب مسلمان تم سے زیادہ عزت و تکریم کا مستحق ہو۔ برادران! جس طرح تم سرکارِ مدینہ کے غلام ہو، اسی طرح وہ بھی سرکارِ دو عالم کا غلام ہے۔ ؎

من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم بندۂ بارگاہِ سلطانیم

تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ربّ العزّت کا فرمان ہے:۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (حجرات: ۱۰) مسلمان (آپس میں) بھائی ہیں۔

جہاں مومنین کے آپس میں بھائی بھائی ہونے کا مژدہ سنایا گیا، وہاں زر و دولت کی کوئی شرط نہیں لگائی گئی۔ یاد رہے کہ اگر ایک مومن کو دیکھ کر دوسرا اُس سے محبت سے پیش نہیں آتا۔ یا اُس کے دل میں اِس مومن کو غم و مصیبت میں مبتلا دیکھ کر رنج و غم پیدا نہیں ہوتا تو اُسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کے ایمان میں کمی ہے۔ مومن کو مومن سے محبت اور اخوت لازمی ہے۔

تمام اہلِ سنّت و جماعت سے ان خرابیوں کو دُور کرنے کے لیے یہ آل انڈیا سُنّی کانفرنس قائم کی گئی ہے: تاکہ اہلِ اسلام کے دلوں میں صحیح اسلامی تصورات پیدا ہوں۔ پُرانے خدا اور پُرانے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن کو صحیح معنوں میں غلام بنایا جائے: تاکہ قرآن پاک کی مقدس تعلیم پر اُن کو آئمہ کرام اور سلف صالحین کی طرح عمل کرنے کی راہ دکھائی جائے۔

آخر میں فقیر ایک بار پھر یہ بات دہراتا ہے کہ ایمان کی تکمیل، جو نورِ ایقان کی تائید کے بغیر ناممکن ہے، حضرت سرورِ کائنات فخرِ موجودات رُوحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبول غلاموں کی غلامی میں داخل ہوئے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس لیے تمام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ صدقِ دل اور خلوصِ ارادت کے ساتھ اِن مقبولانِ بارگاہِ صمدیت کی خدمت میں حاضر ہو اپنے گناہوں سے تائب ہوں۔ اور محبوبیتِ سرکارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مرتبہ حاصل کریں۔ اور یاد رکھیں کہ بدوں اُن کی مہربانی اور عنایت کے، حصولِ ایمان مشکل ہے

؎ بے عنایات حق و خاصانِ حق — گر ملک باشد سیہ باشد ورق [1]

اس کانفرنس کی سب سے نمایاں بات یہ ہے کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ کی سادگی اور صاف گوئی کی یاد ہمیشہ مسلمانوں کو یاد رہیگی۔ جس میں تاثیر فی النفوس نمایاں طور پر نظر آتی تھی۔ غرض ہر اجلاس تلاوت، حمد و نعت سے شروع ہوتا اور درود و سلام پر اختتام پذیر ہوتا تھا۔

بحمد اللہ تعالٰے یہ کانفرنس ہر لحاظ سے کامیاب رہی۔ بہ اقتضائے وقت تجاویز منظور ہوئیں اہل سنت و جماعت کے لیے کام کرنے کی راہیں کھل گئیں، منزل کا تعین ہو گیا اور حضرت امیر ملت قدس سرہ کی زیر قیادت قافلہ، منزل کی طرف توکل بر خدا رواں دواں نظر آنے لگا۔ ہر سنی اپنے اپنے مقام اور ماحول میں پُر جوش نظر آنے لگا۔

اس کانفرنس میں عہدیداروں کے انتخاب اور دوسرے امور کے علاوہ جو قرار دادیں پاس ہوئیں، اُن کا خلاصہ اور اجمالی نقشہ حضرت مولانا شاہ احمد مختار میرٹھی (ف ۱۹۳۸ء) (تایا ابا حضرت مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ) نے جلسہ عام میں سنایا تھا۔

۱۔ یہ جلسہ مناسب سمجھتا ہے کہ ملک کے ہر صوبہ، ہر شہر اور ہر گاؤں میں اہلسنت و جماعت کی انجمنیں اور تبلیغی کمیٹیاں قائم کی جائیں۔

۲۔ اِس جلسہ کی رائے میں جابجا تعلیم و تبلیغ کے مدارس جاری کئے جائیں۔

۳۔ اِس جلسہ کے خیال میں سر دست مراد آباد میں مرکزی کمیٹی کا قائم رہنا ضروری ہے۔

۴۔ یہ جلسہ عام اس قانون پر جو اسمبلی نے حج کے متعلق پاس کیا ہے، ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے حاجیوں سے دونوں طرف کا کرایہ پہلے ہی وصول کر لینے کو حج کے لیے سنگِ راہ خیال کرتا ہے۔

---

[1] "سیرتِ امیر ملت" ص ۶۰۰ تا ۶۳۲۔ ملفوظاتِ ملت مرتبہ محمد عثمان مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۷۱ تا ۲۰۲ خطباتِ آل انڈیا سنی کانفرنس" از محمد جلال الدین قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۹۵ تا ۲۲۷

۵۔ یہ اجلاسِ عام جو سات کروڑ مسلمانانِ ہند کا قائم مقام اور ہر حصّہ ملک کے علمائے اہلسنت جماعت پر مشتمل ہے، مرزائیوں کی صدائے احتجاج کی بنا پر لیگ آف نیشنز اور گورنمنٹ آف انڈیا کو توجہ دلاتا ہے کہ حکومتِ افغانستان کا اہلاک قادیانیاں مذہبی مسئلہ ہے۔ اس میں کسی حکومت کی مخالفانہ آواز صریح مذہبی مداخلت ہوگی جس کو مسلمان کسی طرح بھی گوارا نہیں کرسکتے۔ لہٰذا لیگ گورنمنٹ کو اس مسئلہ میں دخل نہ دینا چاہیئے۔

اس قسم کے بہت سے ریزولیشن پاس ہوئے جن میں سب سے اہم وہ تجویز تھی جس میں ابنِ سعود نجدی کے غاصبانہ قبضۂ حجاز اور ظالمانہ حرکات کے صدائے احتجاج بلند کی گئی اور سنّی مسلمانوں کو امسال سفرِ حج سے بخوفِ بے امنی روکا گیا ہے۔ نیز ایک ریزولیشن میں پریذیڈنٹ بلگام کانگرس کے اُن موذی اور اشتعال انگیز کلمات پر اظہارِ نفرت کیا گیا جو اس نے مرزائیوں کی تائید کی آڑ میں اسلام و قرنِ اوّل کے بارے میں استعمال کئے، جن سے سات کروڑ مسلمانوں کو شدید صدمہ پہنچا۔

غرض یہ عظیم الشان کانفرنس حضرت امیرِ ملّت قدس سرہٗ، کی دُعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی اور علماء و مشائخ اہلسنت یہ عزم لیے ہوئے واپس گھروں کو آئے کہ وہ دہر میں اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اُجالا کرنے کے لیے تن من دھن کی بازی لگا کر پورے ملک میں سُنی کانفرنس کی شاخیں قائم کریں گے۔ [۵]

سنّی کانفرنس مراد آباد میں یہ طے پایا تھا کہ کانفرنس کا اجلاس ہر دس سال بعد ہوگا۔ چنانچہ اکتوبر ۱۹۳۵ء / ۱۳۵۴ھ کے پُرفتن دور میں سرزمینِ بدایوں میں دوسری آل انڈیا سُنّی کانفرنس بھی حضرت امیرِ ملّتؒ کی صدارت میں انعقاد پذیر ہوئی۔ یہ دور وہ دور تھا جبکہ

۵؎ ماہنامہ "اشرفی" کچھوچھہ شریف ماہ مئی ۱۹۲۵ء ص ۱۳ تا ۲۰۔ ماہنامہ "ترجمانِ اہلسنت" کراچی "سنی کانفرنس ملتان نمبر" اکتوبر ۱۹۷۸ء ص ۶۷، ۶۸۔

مسجد شہید گنج کا قضیہ ہر مسلمان کے دل کو خون کئے ہوئے تھے۔ انگریز حکومت، سکھ غنڈوں کی پشت پناہی کر رہی تھی۔ ادھر اسلام دشمن جبہ و دستار پوش جماعتیں مثلاً جمعیت علماء ہند اور مجلس احرار وغیرہ مسجد شہید گنج کو ہر قیمت پر سکھوں کے حوالے کرنے کے لیے بے تاب تھیں۔ مسلم لیگ آزادئ وطن کے لیے میدانِ عمل میں دیوانہ وار اتر رہی تھی جبکہ اس کے ازلی و ابدی مخالفین قدم قدم پر روڑے اٹکا کر ناکام و نامراد بنانے کی قسم کھا چکے تھے۔

سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت نے اپنا فرض ادا کرنے کے لیے اس کانفرنس کے انعقاد کا اہتمام کیا۔ اس بار صدارت کے لیے حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلویؒ (ف ۱۹۴۳ء) اور ایک دوسرے بزرگ کے درمیان انتخاب ہوا۔ حضرت حجۃ الاسلامؒ اکثریت کے ووٹوں سے صدر منتخب ہو گئے۔ لیکن جب اُن کا انتخاب ہوا تو اُنھوں نے اعلان کیا کہ:

"میں، حضرت امیر ملتؒ کو کرسئ صدارت پیش کرتا ہوں، میری حمایت کرنے والوں کے ووٹ اور میرا ووٹ حضرتؒ کے لیے ہے۔ صدارت کے بہت کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں اتنا کام نہیں کر سکتا اور پیر صاحب ہمیشہ سے کام کرنے کے عادی ہیں۔ لہٰذا ہم سب کی درخواست ہے کہ آپ صدارت قبول فرمائیں۔"

اس پر ہر طرف سے تائید کی صدائیں بلند ہوئیں اور حضرت امیر ملتؒ اتفاق رائے سے صدر منتخب ہو گئے۔ اِس موقعہ پر بھی آپ نے سنی کانفرنس مراد آباد کی طرح فی البدیہہ خطبہ صدارت ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ کے ایک ایک لفظ سے عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، اتحاد و یگانگت، تنظیم اور حق و صداقت کی خاطر مر مٹنے کا درس ملتا ہے۔ [۶]

حضرت امیر ملت قدس سرہ نے اپنے اس صدارتی خطبہ میں جو کچھ فرمایا اس کا ملخص یہ ہے:

---

[۶] "سیرتِ امیر ملت" ص ۷۵ - ۴۷۴

وَرَحِیْمِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدِنِ الْمَبْعُوْثِ بِخَیْرِ الْمِلَلِ وَالْاَدْیَانِ۔ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بُدُوْرِ الْاِیْمَانِ وَالْاَئِمَّۃِ الْمُجْتَھِدِیْنَ وَالْاَوْلِیَاءِ الْکَامِلِیْنَ نُجُوْمِ الْاِیْقَانِ وَالْعِرْفَانِ وَتَابِعِیْھِمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ بِالْاِحْسَانِ۔

اَمَّا بَعْدُ۔ اَیُّھَا الْعُلَمَاءُ الْکِرَامُ وَالْحُضَّارُ الْعِظَامُ۔

(ترجمہ) تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے جس نے انسان کو پیدا کیا اور اُس کو بیان کی تعلیم فرمائی اور ہم پر نعمتوں کے اقسام اور احسان کے لطائف کا انعام فرمایا اور ہمیں تمام مخلوقات پر تعلیم قرآن کے ساتھ فضیلت عطا فرمائی اور درود و سلام اللہ کے نبی پر ہو جو ہمارے کریم اور ہم پر رحم فرمانے والے اور ہمارے آقا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کہ بہتر مذہب دینوں کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے اور آپ کی آل پر درود اور سلام اور اصحاب پہ جو کہ ایمان کے چاند ہیں اور اجتہاد کرنے والے اماموں پر اور اولیآ کاملین پہ جو کہ یقین اور عرفان کے روشن ستارے ہیں اور اُن پر جو احسان کے ساتھ اُن کے تابعدار ہوئے ہیں قیامت کے دن تک۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے، اے علمائے کرام اور حاضرین عظام۔

السلام علیکم! فقیر، رب العزت کی حمد بجا لاتا ہے کہ اُس نے مجھے یہ توفیق ارزانی فرمائی کہ میں اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف سلام والتحیۃ کی مقدور بھر خدمت کر کے اپنی عاقبت سنواروں۔ کروڑوں درود اُس پیکرِ جُود اور اُس نُورِ مسعود پہ جس کا اسوۂ حسنہ ہمیں ہدایت کرتا ہے کہ ہم کسی حال میں بھی مفادِ ملّت کو فراموش نہ کریں۔

محترم بھائیو! یہ آپ کی عنایت ہے کہ آپ نے یہ بوریا نشین و حجرہ گزین کو اپنی محفل میں ایک ممتاز جگہ مرحمت فرمائی ہے۔ آپ علماء ہیں۔ آپ کی راہ میں فرشتے پر بچھاتے ہیں۔ آپ دُعا فرمائیں کہ اللہ آپ کی آبرو رکھ لے۔ آپ نے ایک مسکین صوفی کو اپنی بارگاہِ

۱ - کفرزارِ ہند میں ہمہ جہت تبلیغ کی ضرورت ——— (شہاب الدین غوری جیسے مجاہدین اور خواجہ غریب صوفیاء کے نقوشِ قدم پر چل کر۔)

۲ - علماء و رُوحانی زعماء میں اتحاد کی ضرورت اور اُن کی ذمہ داریاں ——— فکر و تدبّر، قربانی و ایثار، خشیتِ الٰہی۔

۳ - غیر اللہ سے ڈرنے والا عالم، علم و انسانیت سے عاری ہے

۴ - مسجد شہید گنج کی تحریک میں علماء کی ذمّہ داریاں۔

۵ - برصغیر میں مسلمانوں کے مسائل اور اُن کی ضروریات ——— شرعی قوانین ——— نکاح، طلاق، خلع، ارتداد، وراثت، ہبہ کا نفاذ ——— اوقاف اور مساجد و مقابر کی حفاظت و صیانت۔

۶ - عالمِ اسلام کی حالتِ زار پر شدید صدمہ کا اظہار ——— نجد میں ابنِ سعود اور حبشہ میں اطالویوں کے مظالم۔

۷ - مقاماتِ مقدسہ کے احترام و تحفظ کا مطالبہ وہابیت و حنفیت کا مسئلہ نہیں۔

۸ - مسلمانوں کی معاشی حالت کی بہتری کے لیے بیت المال کا قیام۔

۹ - مسلمانوں کی باوقار زندگی کے لیے سیاسی محرکات اور ضروریات۔ اتحاد بین المسلمین، معاشی خوشحالی، تجارت کی اہمیت اور طریقِ کار۔ اسراف و تبذیر سے احتراز۔ ؎

لیجئے! اب خطبہ ملاحظہ فرمائیے:-

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ الحمد للہ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ۔ وَاَنْعَمَ عَلَیْنَا بِاَنْوَاعِ النِّعَمِ وَلَطَائِفَ الْاِحْسَانِ وَفَضَّلَنَا عَلٰی سَآئِرِ خَلْقِہٖ بِتَعْلِیْمِ الْقُرْاٰنِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ الرَّحْمَانِ۔ سَیِّدِنَا وَغَوْثِنَا وَغِیَاثِنَا وَکَرِیْمِنَا

؎ "خطباتِ آل انڈیا سنّی کانفرنس" ص ۳۶ - ۲۳۵

علم میں صدارت کی مسند پر بٹھا کر بہت بڑی ذمہ داری اپنے اُوپر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے انتخاب کو کامیاب ثابت کرنے کی توفیق دے۔

وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَان۔ اور اسی سے امداد کا مطالبہ ہے اور اسی پر توکل ہے

عزیزو! اس وقت جب کہ میں نے مسجد شہید گنج لاہور کی واگذاری کے لیے اپنی ناچیز خدمات قوم کے سامنے پیش کی ہیں، میرے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ میں بدایوں پہنچ کچھ عرض کرتا۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ یارانِ طریقت نے مجھے اجمیر شریف بلایا۔ اربابِ شریعت نے مجھے بدایوں حاضر ہونے کو کہا۔ خدا کرے کہ جیسے طریقت و شریعت میں بہ نگاہِ حقیقت قطعاً کوئی فرق نہیں، ایسے ہی صوفیوں اور مولوی میں بھی خالص اتحاد ہو جائے۔ اور دونوں اپنے اختلافات و مناقشاتِ نزعی سے بے نیاز و بالاتر ہو کر متحدہ مقاصد کے حصول کے لیے یک قالب و یک جان ہو جائیں۔

اجمیر شریف میں حاضری اس لیے بھی مفید تھی کہ وہاں خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پُرانوار ہے۔ اس خاکِ پاک کا ایک ایک ذرہ یہ سبق دیتا ہے کہ مصلّے پر بیٹھنے والے کا مدعا بھی وہی تھا جو نمازی شہاب الدین غوریؒ صاحبِ سیف کا تھا۔ کاش! کہ سیاسی لیڈر شہاب الدین بن جائیں۔ صوفی خواجہ غریب نوازؒ کا رنگ اختیار کریں اور لیڈر، عالم، صوفی تینوں مل کر اس کُفر زار میں توحید کا علم بلند کریں۔ اپنا عزم تو یہی ہے کہ اپنی عمر کے چند باقی ماندہ لمحات اس کارِ خیر کے لیے وقف کر دوں۔ ؎

ہم تری راہ میں مٹ جائیں گے سوچا ہے یہی
دردمندانِ محبت کا تقاضا ہے یہی

علمائے کرام! اسلام میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ لیکن ہر منصب کی چند ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ جو عالم اپنے فرض سے غافل ہے، وہ اپنے تلامذہ کے نزدیک تو عالم ہو سکتا ہے مگر ملائکہ کی فہرست سے اُس کا نام کاٹ دیا جاتا ہے۔ سُنیئے، ربُ العزت فرماتا ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ. (سورہ زمر آیت ۹)

(اے محبوبؐ) آپ فرمائیے کہ برابر ہیں وہ لوگ جو صاحب علم ہیں اور جو علم والے نہیں ؟)

کس قدر مؤکد پیرایہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ کوئی سلیم الفطرات انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ عالم اور غیر عالم برابر ہیں۔ عالم کا درجہ بہت بلند ہے۔ عالم پر قوم کے مصائب آشکار ہوتے ہیں۔ لہذا اُس کا فرض ہوتا ہے کہ قوم کی مشکلات کا خاتمہ کرنے میں غیر عالم سے بڑھ کر قربانی و ایثار اور فکر و تدبر سے کام لے۔ اگر وہ اس فرض سے غافل رہتا ہے تو اُس کا جبّہ و عمامہ اسی کے لیے روزِ قیامت پھانسی کا رسّہ ثابت ہوگا۔

عالم کا وصف عند اللہ یہ ہے۔

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (سورہ فاطر: ۲۸)

اللہ سے اُس کے بندوں میں سے وہ ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

یہ آیت مبارکہ واضح الفاظ میں بیان کر رہی ہے کہ عالم صرف خدا سے ڈرتا ہے خشیتِ الٰہی اُس کا حُسن ہے۔ غیر اللہ سے ڈرنا شریعت و طریقت میں کفر و زندقہ سے بدتر ہے۔ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے :-

ہر کہ رمزِ مصطفےٰؐ فہمیدہ است . شرک را در خوف مضمر دیدہ است

اگر عالم انگریز کے رُعب و جلال سے ڈر کر، اُس کے سامان حرب و ضرب سے گھبرا کر، حق کی حمایت نہیں کرتا، تو اُس کا وجود علم اور انسانیت کے لیے ننگ ہے۔ اگر عالم کسی سچائی کو اس لیے بیان نہیں کر سکتا کہ ایسا کرنے سے سکھ ناراض ہو جائیں گے یا ہندوؤں میں اس کا وقار کم ہو جائے گا، یا اس کے مقتدی رُوٹھ جائیں گے، تو اُسے کہہ دو کہ وہ اپنے نفس کو دھوکا نہ دے۔ وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ اُسے کہو کہ اپنے ایمان کی تجدید کرے۔

کیا علماؔ کو معلوم نہیں کہ لاہور میں مسجد گرادی گئی ہے؟ کیا مسجد پر کسی غیر مسلم کا قبضہ جائز ہے؟ یاد رکھو۔ اگر تم نے اپنی مصلحتوں کی بنا پر ایک مسجد کے انہدام کو معمولی حادثہ خیال کیا تو ہمیں اپنی ان مساجد کی بھی فکر کر لینی چاہیئے جن کے منبروں پر بیٹھ کر تم مسائل بیان کرتے ہو۔ وقت ہے کہ ایک ایسا اعلان شائع کیا جائے جس پر ہر عالم کے دستخط ہوں۔ کہ کسی مسجد پر غیر مسلم کا تصرف از روئے اسلام جائز نہیں ۔ جمعیت العلماؔ اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے۔ جو عالم اس پر دستخط نہ کرلے ،اعلان کردو کہ اس کی اقتدا میں نماز درست نہیں۔ مقتدیوں اور متولیوں کو سمجھایا جائے کہ ایسے ننگِ اسلام عالم کو مسجد کی امامت و خطابت سے محروم کردیں۔

جہاں کہیں بھی کوئی مسجد ہے، وہ شاخ یا کونپل ہے اُس بیت اللہ کی کہ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ (جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں) کی مصداق ہے۔ ؎

وہ دُنیا میں گھر سب سے پہلا خُدا کا — خلیلؑ ایک معمار تھا جس بنا کا

ازل سے مشیّت نے تھا جس کو تاکا — کہ اس گھر سے اُبلے گا چشمہ ہُدا کا

بیت اللہ، عرب میں ہے۔ عرب کی نسبت حضور سرورِ کائنات علیہ الف الف سلام و تحیات کا ارشاد فیض نہاد یہ ہے کہ :۔

اَخْرِجُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ

جزیرۂ عرب سے یہودیوں اور عیسائیوں کو نکال دو۔

اے عالمانِ دین! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ سلطان نجد ابنِ سعود نے ایک انگریز کمپنی کو عرب کی زمین میں معدنیات اور تیل کے چشمے معلوم کرنے کے لیے ٹھیکہ دیا ہے؟ دین کی حمایت کرنے والو! عرب سے کچھ فاصلے پر حبشہ کا ملک ہے، وہاں حکومتِ اطالیہ کیوں ظلم ڈھا رہی ہے؟ اس لیے کہ وہاں تیل ہے اور اٹلی کو اپنی بلند پروازیوں یا اپنے ہوائی جہازوں کے لیے تیل درکار ہے۔ کیا دُنیا کے واقعات شاہد نہیں کہ یورپ کی کسی

قوم کو اگر کہیں بیٹھنے کی اجازت دے دی جاتے، تو مکان بنانے کی راہ خود نکال لیتے ہیں کیا وجہ ہے کہ ابنِ سعود کی اس روش کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہیں کی جاتی ؟ یہ وہابیت اور حنفیت کا سوال نہیں - یہ اماکنِ مقدسہ کی صیانت کا سوال ہے۔ اگر کسی کو ابنِ سعود کا وظیفہ اظہارِ حق سے روک رہا ہے، تو اُسے چاہیئے کہ وہ اللہ کے اس فرمان پر توجہ کرے۔ ارشاد ہوتا ہے :

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا - پارہ ۱ سورہ البقرہ ۴۱

"اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو"

اور ثمن قلیل کی پروا نہ کرتے ہوئے نعرۂ حق بلند کرو۔ تاکہ ربِ جلیل کی بارگاہ سے اجر جزیل حاصل ہو جائے۔

میری بات پر کان نہیں دھرتے تو حاجیوں سے پوچھ لو۔ کہ جیرانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ساکنانِ مدینہ کا کیا حال ہے۔ حکامِ نجد کے دسترخوانوں پر تو طرح طرح کے کھانے موجود ہوتے ہیں، لیکن تمہیں بتاؤں کہ مدینہ طیبہ کے مظلوم قدوسی کھجوروں کی گٹھلیوں کو ترس رہے ہیں۔ کیا رعایا کی پرورش راعی کا فرض نہیں ؟ کیا شریعت کی رُو سے جو سلطان رعایا کے خورد و نوش کا انتظام نہ کرے، اُسے "تابعِ سنّت سلطان" کہا جا سکتا ہے ؟ بزرگ عالمو! خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی پوری سوانح عمریاں تمہیں ازبر ہیں۔ کیوں تمہاری زبانیں جیرانِ رسول کی حمایت و اعانت کے لیے نہیں کھلتیں۔

سنو! ارشاد ہوتا ہے :- (سورہ النسآ آیت ۶۵)

فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ -

تو اے محبوبؐ تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔

کیا اس پاک فرمان کی رُو سے آپ پر یہ شرعی فرض عاید نہیں ہوتا کہ آپ "قاضی ایکٹ" بنوائیں؟ عدالتوں میں فیصلے شریعت کے مطابق ہوں۔ کیا آج طلاق، خلع، ارتداد، وراثت نکاح، ہبہ وغیرہ امورِ شرعی کی ہندوستان میں انتہائی تذلیل نہیں ہو رہی؟ اِس تذلیل کا انسداد علماء سے بڑھ کر اور کون کر سکتا ہے؛ صحیح ہے کہ اس غرض کو بروئے کار لانے کے لیے کافی سرمایہ کی حاجت ہے۔ کیا اس کے لیے "بیت المال" کا قیام شرعی تجویز نہیں؛ کب تک حجروں میں لیٹے رہو گے؛ میں ہر عالم سے عرض کرتا ہوں کہ ع

وقت آں نیست کہ در حجرہ نشینی بے کار۔

جیسے حکومت بغیر ٹیکس کے نہیں چل سکتی، ایسے ہی "بیت المال" کے بغیر تنظیم ملت کا خیال خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

ضروری ہے کہ ان مقاصد کے لیے آپ ملک کی مجالسِ آئین و قوانین سے بھی استفادہ کریں جس کی عملی صورت یہی ہے کہ ہر کونسل میں آپ کی قوم کو ٹھوس اور مضبوط حیثیت حاصل ہو۔ اس کے لیے "جداگانہ نیابت" ایک ضروری حق ہے۔ جس سے اس وقت دست بردار ہو جانا مُہلک ہے۔ کونسلوں میں جاؤ۔ اپنے حقوق منواؤ محمدِ شرع قوانین منظور کراؤ۔ اوقاف کی حفاظت کرو۔ مقابر و مساجد کو اغیار کی دستبرد سے بچاؤ۔

یاد رکھو! کہ کونسلوں یا حکومت کی دار و گیر میں آپ کی عزت جبھی ہے کہ آپ منظم ہو جائیں آپ میں ایکا ہو۔ آپ میں پھوٹ نہ ہو۔ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ آپ کی مالی حالت شاندار ہو۔ مادہ پرست سلطنت دولت کی پجاری ہے۔ ہم مفلس ہیں، مقروض ہیں، افلاس دولت کمانے اور دولت بچانے سے دُور ہو سکتا ہے۔ دولت کمانے کا بہترین طریقہ "تجارت ہے" "تجارت میں فروغ اسی صورت میں ممکن ہے کہ آپ مسلمان دوکانداروں سے سودا خریدیں۔ آپ کی قوم کاشتکار ہے۔ آپ کی قوم کاریگر ہے۔ آپ کی قوم مزدور ہے۔ لیکن اس کی

زراعت، اس کی صنعت، اس کی محنت سے فائدہ غیر اُٹھاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ کاشتکار تجارت بھی کریں یعنی اپنا مال خود بیچیں۔ آڑھت کی دوکانیں خود کریں۔ کاریگر اپنی مصنوعات خود فروخت کریں۔ دولت بچانے کے لیے لازمی ہے کہ آپ ہر نوعیت کے اسراف سے بچیں اور یاد رکھیں کہ قرآن کی رُو سے "مُبَذِّرِین" اور "مُسْرِفِین" شیطان کے بھائی ہیں۔

یہ ہے وہ مختصر پروگرام جس پر عمل پیرا ہو کر آپ فلاحِ دارین حاصل کر سکتے ہیں،

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ ؎

۱۴ ر تا ۱۶ ر ستمبر ۱۹۴۵ء بروز جمعہ ہفتہ اتوار دارالعلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کا سالانہ اجلاس مسجد وزیر خاں لاہور میں حضرت امیر ملت قدس سرہ، کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں اکناف و اطرافِ ہند سے اکابر علماء اہلسنت نے شرکت فرمائی۔ صدرالافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ مرکزی ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنّی کانفرنس، حضرت الحاج سید محمد شاہ محدث کچھوچھویؒ اور حضرت سید محمد مختار اشرف سجادہ نشین کچھوچھہ شریف (ضلع فیض آباد، یوپی، انڈیا) نے بطور خاص شرکت کی۔

بروز اتوار اجلاس کی آخری نشست میں حضرت امیر ملت قدس سرہ [illegible] آل انڈیا سنّی کانفرنس کے حکم پر حضرت [illegible] صدرالافاضل مراد آبادیؒ نے آل انڈیا سنّی کانفرنس کے اغراض و مقاصد اور صوبائی سنّی کانفرنس [illegible] کانفرنس [illegible] کے قیام کی ضرورت و اہمیت بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ سنّی کانفرنس کا [illegible] رابطہ و اتحاد پیدا کر کے علوم کو عام کرنا، مسلکِ حقہ اہل سنّت کی تبلیغ، مخالفین کی چالوں سے سنّیوں کو آگاہ باخبر کرنا، ان میں جذبہ دینداری پیدا کرنا اور ارتداد کے سیلاب کو روکنا ہے۔ سنّی کانفرنس کا مقصد وحید ہے

؎ "سیرت امیر ملت" ص ۵۸۲ تا ۵۸۷۔ "خطباتِ آل انڈیا سنّی کانفرنس" ص ۲۳۷ تا ۲۴۲ خطبہ صدارت مؤتمر جمعیت علماء ہند" بمقام بدایوں ۱۹۳۵ء مطبوعہ لاہور ۱۹۳۵ء

اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اُجالا کرنا ہے۔ جو قومیں ابھی تک کلمہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتیں اُن کی رہنمائی کر کے انہیں سچا مسلمان بنانا، جو لوگ انگریزی وغیرہ میں مشغول رہ کر دین سے ناواقف ہوگئے ہیں اُن کے لیے دینی معلومات بہم پہنچانے کے لیے سعی بلیغ کرنا اور مسلمانوں کی اخلاقی وعلمی رہنمائی کرنا ہے۔

حضرت صدرالافاضل کی اس تقریر پُر تاثیر سے سامعین کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بہت متاثر ہوا۔ ہوتا بھی کیوں نہ کہ یہ سب فیض اور تصرف حضرت اقدس امیر ملت قدس سرہ کا تھا۔ لوگ کثرت سے سنی کانفرنس کے رکن بنے اور باتفاق رائے ایک ردیہ ... ہوا حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری (م ۱۹۶۱ء) صدر اور حضرت ... سید احمد شاہ (م ۱۹۷۸ء) ناظم حزب الاحناف لاہور، پنجاب سنی کانفرنس ... ہوئے۔ اور یہ قرار پایا کہ ناظم سنی کانفرنس پنجاب جلد از جلد کانفرنس کے اغراض و مقاصد پر مشتمل رکنیت چھپوا کر تمام پنجاب میں تقسیم کریں۔

... بعد حضرت امیر ملت کی اجازت سے حضرت محدث کچھوچھوی ... نہایت مبسوط تقریر فرمائی۔ اور آل انڈیا سنی کانفرنس کی مزید توضیح و تشریح ... بتا دیا کہ سنی کانفرنس کا انعقاد اہلسنت کے لیے رحمت ہے اور اس کے قیام کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ یہ اہلسنت کا حق ہے، کسی باطل، گمراہ فرقے کو یہ حق حاصل نہیں کہ سنیوں کی حق تلفی کرے۔ علمائے ربانی کی رہنمائی باعثِ صد رحمت ہے ... کا احسان ماننا چاہیئے۔ علمائے کرام نے ہر وقت مسلمانوں کی رہنمائی کا بیڑہ اٹھایا ہے اور اس فریضہ کو طبقہ علماء نے نہایت خلوص اور دیانتداری سے ادا فرمایا ہے۔ کبھی مسلمانوں سے دغا و فریب نہیں کیا اور بلاخوف لومۃ لائم مرتدین، مشرکین کا ... ہے مسلمانوں کی فلاح و بہبود اسی میں ہے کہ وہ تمام دینی و دنیوی و سیاسی امور ... مسلما...

ربانین کی قیادت کو اپنے اور لازم و واجب کریں تاکہ لغزش و خطا سے بچیں۔ اسی چیز کا نام ہی ترقی ہے۔ دین سے منحرف ہو کر دُنیا کی جاہ و جلال، شان و شوکت اور عزت و سطوت کا حاصل ہرگز ترقی نہیں ہے۔ بلکہ ذلت و رسوائی ہے۔ ہر خالص سنی صحیح العقیدہ مسلمان کے لیے کانفرنس کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ آؤ اور پروانہ وار آؤ۔ منظم ہو کر اتحاد و اخوت کے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ۔ سنی کانفرنس کا مقصد اصلی دینِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کی منظم طور پر حفاظت کرنا ہے اور شریعت کے مطابق جدوجہد کر کے عہد فاروقی کا احیا کرنا ہے۔

آخر میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے ولولہ انگیز اور ایمان افروز خطاب فرمایا۔ فضا نعرۂ تکبیر و رسالت سے گونج اُٹھی۔ سامعین ہمہ تن گوش ہو گئے۔ آپ نے سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد اور تنظیم کے بارے میں خطاب فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ "موجودہ دور میں مسلمانوں کو جن مصائب و آلام کا سامنا ہے اور عیار و بدخواہ، قسم قسم کے حیلوں سے مُسلم قوم کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں، وہ بابِ دانش سے پوشیدہ نہیں ہے۔ دشمن ہمیں نیست و نابود کرنے کے لیے دن رات سرگرم عمل ہے۔ ہمیں اپنے دین کے تحفظ و بقا کے لیے جلد از جلد منظم ہونے کی ضرورت ہے۔ اور جب تک طبقۂ علما منظم ہو کر سعی نہ کرے، اُس وقت تک ہماری کشتی ساحلِ مراد سے ہمکنار نہیں ہو سکتی۔ ہمیں ایک ایسی تنظیم کی ضرورت ہے جو ہندوستان کے گوشہ گوشہ کے علما مشائخ کو ایک سلسلہ میں مربوط کر دے اور یہ تنظیم صرف آل انڈیا سنی کانفرنس ہی ہے جو ہمارے تمام مسائل کا حل اور دکھوں کا مداوا ہے۔[۹]

حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے پیرانہ سالی کے باوجود مُلک کے طول و عرض میں ضلعی سنی کانفرنس کے اجلاسوں میں بھی شرکت فرما کر قوم کو اک ولولۂ تازہ بخشا اور ملتِ اسلامیہ کی رہنمائی و قیادت کے لیے کوئی دقیقہ بھی فروگذاشت نہ کیا۔

---

[۹] ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر جلد ۲۸ شمارہ ۳۷/۳۸ بابت ۷/۱۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء ص ۳ تا ۵

۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹ر اکتوبر ۱۹۴۵ء کو ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس امرتسر کے زیر اہتمام سراج الامت امام الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ الملقب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ۳۵واں سالانہ عرس زیر صدارت امیر ملت قدس سرہٗ بڑی شان وشوکت اور تزک و احتشام سے جامع مسجد خان بہادر میاں محمد جان مرحوم منعقد ہوا۔ جس میں مولانا غلام محمد ترنم امرتسر (ف ۱۹۵۹ء) صاحبزادہ سید بشیر حسین علی پوری (ف ۱۹۷۶ء) مولانا محمد شریف کوٹلوی (ف ۱۹۵۱ء) علامہ عبدالغفور ہزاروی ثم وزیرآبادی (ف ۱۹۷۰ء) صدرالافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی (ف ۱۹۴۸ء) پیر سید انور حسین علی پوری (ف ۱۹۷۲ء) حضرت محدث کچھوچھوی (ف ۱۹۶۱ء) مولانا محمد یار فریدی بہاولپوری (ف ۱۹۴۷ء) مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی و دیگر بے شمار علماء و مشائخ نے شرکت کی اور سنی کانفرنس اور تحریک پاکستان کی حمایت میں خطاب فرمایا۔

حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے پیرانہ سالہ کے باوجود مسلسل دو گھنٹے تقریر فرمائی۔ آپ نے سنی کانفرنس کی اہمیت، اغراض و مقاصد، ضرورتِ تنظیم اور مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کی پُرجوش تائید و حمایت فرمائی۔

آپ کی تقریر دلپذیر کے بعد صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادیؒ نے آپ کی تائید و حمایت میں ایک ہنگامہ خیز تقریر فرمائی۔ اس کے بعد حضرت محدث کچھوچھویؒ نے بھی فصاحت و بلاغت سے آپ کی تائید و حمایت میں خطاب کیا۔ اور ابوالکلام آزاد (ف ۱۹۵۸ء) اور مولوی حسین احمد مدنی (ف ۱۹۵۷ء) جیسے "کانگرسی ایجنٹوں" کی خوب قلعی کھولی اور آخر میں اپیل کی کہ تمام اہلسنت حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی عدیم النظیر قیادت میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو جائیں [۱]

۲۸ر دسمبر ۱۹۴۵ء کو کچی مسجد چاندور بازار ضلع امراؤتی (انڈیا) میں ایک عظیم الشان جلسہ

---

[۱] ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر جلد ۲۸ شمارہ ۴۱/۴۲ بابت ۷/۱۴ نومبر ۱۹۴۵ء ص ۱۰۔

منعقد ہوا، جس میں مندرجہ ذیل ریزولیشن پاس ہوا کہ حضرت امیر ملت صدر آل انڈیا سنی کانفرنس پر مکمل اعتماد کا اظہار کر کے اُن کے احکامات پر سرِ تسلیم خم کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے اور حضرت امیر ملت کے مسلم لیگ کی تائید و حمایت کے متعلق اعلان پر لبیک کہتے ہوئے مسلمانانِ ہند سے مسلم لیگ کو کامیاب و کامران بنانے کی پُر زور اپیل کی۔ بعد ازاں سنی کانفرنس کی تشکیل ہوئی۔ صدر:۔ سیٹھ محمد عباس صاحب نائب صدر: عبد النبی ٹھیکیدار، ناظم: قاضی اکبر علی، نائب ناظم: شیخ منیر صاحب۔ [۱۱]

۶ رجنوری ۱۹۴۶ء کو بدایوں میں مولانا عبد الحامد بدایونی (ف ۱۹۷۰ء) کی زیر صدارت ایک جلسہ میں سنی کانفرنس کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اور مندرجہ ذیل عہدے دار چنے گئے۔ صدر مولانا عبد الحامد بدایونی قادری، نائب صدر:۔ مولانا حکیم عبد الناصر قادری ناظم عمومی:۔ مولانا مفتی محمد ابراہیم خزانچی:۔ مولوی نہال احمد بی اے، ایل ایل بی ایڈووکیٹ۔ بعد ازاں حضرت امیر ملت کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے بھرپور خراج تحسین پیش کیا گیا۔ [۱۲]

۲۷ تا ۳۰ راپریل ۱۹۴۶ء کو بنارس سنی کانفرنس کا پُر شکوہ اور عدیم المثال اجلاس ہوا۔ اس اجلاس کی تیاری ایک سال قبل ہی شروع کردی گئی تھی۔ کوشش یہ تھی کہ ہر صوبہ اور ہر ضلع میں کانفرنس منعقد کر کے آل انڈیا اجلاس کو کامیاب و کامران بنانے کی بھرپور جدوجہد کی جائے اور پھر تمام ضلعی اور صوبائی عہدیداران پورے جوش و خروش کے ساتھ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں شریک ہو کر ملتِ اسلامیہ کی تقدیر بدل سکیں، اور جہاں تک ممکن ہو سکے حضرتِ علماء و مشائخ کی زیادہ سے زیادہ تعداد کانفرنس میں شرکت کرے اور ایسے رؤسا و عمائد جو سنی کانفرنس کے مقصد کے ساتھ متفق ہوں اور جذبہ و شوق رکھتے

---

[۱۱] ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر جلد ۲۹ شمارہ ۵ بابت ۱۴ رفروری ۱۹۴۶ء ص ۱۱

[۱۲] ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر جلد ۲۹ شمارہ ۵ بابت ۱۴ رفروری ۱۹۴۶ء ص ۱۱

ہوں اُن کی شرکت بھی کانفرنس میں یقینی بنائی جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لیے مندرجہ ذیل حضرات پر مشتمل پانچ رکنی وفد تشکیل دیا گیا۔

۱۔ صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادیؒ ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس

۲۔ حضرت سید ابوالمحامد سید محمد محدث کچھوچھویؒ

۳۔ حضرت مولانا اختصاص الدینؒ

۴۔ حضرت مولانا شائق حسینؒ

۵۔ جناب منشی شوکت حسینؒ

حضرت محدث کچھوچھویؒ کی زیر قیادت یہ وفد ۱ مئی ۱۹۴۵ء کو علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ (پنجاب) میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ صدر آل انڈیا سنی کانفرنس کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور بنارس میں سنی کانفرنس کے اجلاس منعقد کرنے کی منظوری حاصل کی۔ اُس زمانہ میں علی پور سیداں میں انجمن خدام الصوفیہ ہند کا سالانہ اجلاس ہو رہا تھا اور عظیم اجتماع تھا۔ اطراف و اکنافِ پنجاب، یوپی و دیگر صوبوں کے علما و مشائخ و رؤسا موجود تھے۔ حضرت محدث کچھوچھویؒ نے جلسہ عام میں سنی کانفرنس کے انعقاد کی ضرورت و اہمیت بیان فرمائی۔ تما[illegible] یک زبان نہایت گرمجوشی سے تائید فرمائی اور پھر یہ وفد پنجاب کے دارالسلطنت [illegible] پہنچ گیا۔[14]

[illegible] نس بنارس کے انعقاد [illegible] ت تھیں جن کی تفصیل [illegible]

[illegible]

ہوگا۔ وہ یہ کہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو علمائے اہلسنت نے حضرت امیر ملتؒ کی زیر قیادت قائداعظم اور مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں سرگرمی دکھائی

---

[14] ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۲۱/۲۸ مئی ۱۹۴۵ء ص ۱۱، ۱۲

جب کہ جمعیت علمائے ہند، مجلسِ احرار، خاکسار تنظیم، جماعت اسلامی وغیرہ نے پاکستان کی مخالفت میں اندھے ہو کر اپنے دین و ایمان کو ہندوؤں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ مولوی حسین احمد مدنی (ف ۱۹۵۷ء) پرنسپل دارالعلوم دیوبند اور اُن کے حواری اپنے نظریہ "ملت از وطن است" کے پرچار کے لیے اپنی جان کی بازی لگا چکے تھے۔ اُن کے پیچھے ٹاٹا اور برلا جیسے متعصب ہند سرمایہ داروں کی تجوریوں کے منہ کھلے ہوئے تھے۔ مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری (ف ۱۹۶۱ء) مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی (ف ۱۹۵۶ء) اور دیگر احراری، حضرت قائداعظم کو کافرِ اعظم، ابو جہل اور مسلم لیگ کو کافروں کی جماعت کے خطاب سے نواز رہے تھے۔ مولانا مودودی (ف ۱۹۷۹ء) مسلم لیگ کی قیادت کو غیر اسلامی بتا کر اُس کی مخالفت کی آگ میں جل رہے تھے۔ خاکسار تنظیم کے سربراہ علامہ مشرقی (ف ۱۹۶۳ء) اپنی عسکری تنظیم سے مغرور ہو کر اپنی قیادت کے پُرفریب خواب دیکھ رہے تھے تو اُس وقت برصغیر میں حضرت امیر ملت اور اُن کے ساتھی علمائے اہلسنت ہی تھے جنھوں نے قائداعظمؒ کو اپنی مکمل تائید و حمایت کا یقین دلایا اور عملی طور پر تحریک پاکستان کی گاڑی کو آگے بڑھایا۔[۱۴]

یہ تھے حالات جن میں اِس تیسری سنی کانفرنس کے انعقاد کی ضرورت محسوس کی گئی۔

حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادیؒ ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس نے حضرت امیر ملتؒ سے منظوری حاصل کرنے کے بعد یہ دعوت نامہ جاری کیا:-

"مکرم محترم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج مبارک بخیر باد۔ بحمداللہ تعالیٰ و کرمہ ۔ جمہوریت اسلامیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس کے عظیم الشان مبارک اجتماع کے لیے ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰ / اپریل ۱۹۴۶ء مطابق ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ - ۲۷ / جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ روز شنبہ، یکشنبہ، دوشنبہ، سہ شنبہ (ہفتہ، اتوار، پیر وار، منگلوار) مقرر ہوئے

---

[۱۴] "امیر ملت اور آل انڈیا سنی کانفرنس" از محمد صادق قصوری مطبوعہ ۱۹۸۰ء ص ۵۱، ۵۲

ہیں۔ اِن بابرکت ایّام میں ملّت اور اہلِ ملّت کی حمایت و نصرت کے لیے اکابر اہلِ اسلام علمائے کرام، مشائخ عظام اور تمام صوبوں کی سنّی کانفرنسوں کے نمائندے و دیگر معززین تشریف لائیں گے۔

جنابِ والا سے التجا ہے کہ اس اہم دینی اجتماع میں شرکت فرما کر کانفرنس کو کامیاب بنائیں۔ اور اگر آپ کے یہاں سنّی کانفرنس قائم ہو چکی ہے تو جناب بحیثیت نمائندے کے تشریف لائیں اور جتنے نمائندے آپ کی سنّی کانفرنس تجویز کرے اُنہیں بھی ہمراہ لائیں۔ ہمراہیوں کی تعداد اور تشریف آوری کے وقت سے ۲۲ / اپریل ۱۹۴۶ء تک مطلع فرمائیں،

اُن مسائل کا خلاصہ بھی حاضر کیا جا رہا ہے جو سنّی کانفرنس کے لیے غور طلب ہیں' ان اُمور کے متعلق اگر جناب کوئی تجویز پیش کرنا چاہیں تو وہ بھی ۲۲ / اپریل سنہ ۱۹۴۶ء تک قلمبند فرما کر ارسال فرمائیں۔ اب صدر دفتر بنارس میں ہے اور ۳۰ / اپریل تک یہیں رہیگا۔ لہٰذا خط و کتابت کے لیے صرف میرا نام اور سنّی کانفرنس بنارس لکھ دینا کافی ہے: تار کا پتہ صرف اتنا ہے۔ اشرفی، بنارس کینٹ۔

میں آپ کی تشریف آوری سے بہت مسرور اور ممنون ہوں گا۔ والسلام مع الاکرام

دستخط (حضرت صدر الافاضل) ناظم آل انڈیا سنّی کانفرنس

نوٹ! جو حضرات کسی مجبوری سے تشریف نہ لا سکیں' وہ اپنی معذوری اور کانفرنس کے ساتھ اپنے کامل اعتماد کا اظہار بذریعہ ڈاک و تار کریں۔

آل انڈیا سُنّی کانفرنس بنارس میں غور و خوض اور منظوری کیلیے پیش ہونے والے مسائل

۱- سُنّی کانفرنس کے لیے تدابیرِ توسیع و تنظیم
۲- عہدوں کے لیے معیار
۳- سُنّی کانفرنسوں کے لیے ضروری قوانین

تعلیم

۱- ابتدائی تعلیم کو عام کرنے کی تدابیر
۲- ہر صوبہ میں وہاں کی رائج زبان میں دینی، اخلاقی ابتدائی تعلیم کا انتظام
۳- فارسی، عربی کی تعلیم کا بہتر نظام
۴- ہر قسم کے نصاب بنانے کے لیے نصاب بنانے والی جماعت کی تشکیل۔
۵- سُنّی مدارس کے اعداد حاصل کرنا
۶- موجودہ مدارس کی نگرانی اور اُن کی اعانت کی تدابیر
۷- واعظین کے لیے نصاب
۸- نکاح خوانوں کے لیے تعلیم کا انتظام اور اُن کے لیے ضروری نصاب۔
۹- انگریزی مدارس کے لیے دینی تعلیم کا انتظام۔
۱۰- انگریزی خواں طلبہ کے لیے دینی معلومات بہم پہنچانے کے وسائل۔
۱۱- تعلیم طب کا انتظام۔
۱۲- مرکزی دار التصنیف کے قیام کی تدبیر

تبلیغِ اسلام:
۱۔ تبلیغ اسلام کی تدابیر اور اس مقصد کے لیے مرکزی نظام کی ترتیب۔
۲۔ تبلیغی مدارس اور اس مقصد کے لیے مفید تصانیف۔
۳۔ نومسلموں کے معاش کی تدابیر
۴۔ اشاعتِ دین و تبلیغِ اسلام و مقاصدِ کانفرنس کے لیے اخبار و رسائل
۵۔ پریس۔

اصلاحِ اعمال:
۱۔ نماز، روزہ، اعمالِ صالحہ کی ترغیب اور اُس کے مؤثر طریقہ؛ آئمہ مساجد کا بہترین انتظام
۲۔ مسلمانوں کے باہمی مراعات کے تصفیہ اور اُن میں اتفاق پیدا کرنا۔
۳۔ یتیم خانوں، شفا خانوں، محتاج خانوں کی نگرانی۔
۴۔ محافلِ میلاد مبارک کی توسیع و ترویج اور اُن کے لیے بہترین تصانیف بہم پہنچانا تاکہ وہ تبلیغ اسلام و اصلاحِ اعمال و اخلاق کے لیے مفید تر ہو جائیں۔
۵۔ اعراس سے تبلیغی فوائد حاصل کرنے کی تدابیر اور واجب الاصلاح امور کی اصلاح۔
۶۔ خانقاہوں کی حسبِ استطاعت دینی خدمت اور علم تصوف و سلوک کے رائج کرنے کی سعی۔

جسمانی و معاشی امور:
۱۔ مسلمانوں کی تندرستی دم بدم خراب ہو رہی ہے۔ نئی نسلیں کمزور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ نوجوان طبقے، تعلیم یافتہ ہوں یا نا تعلیم یافتہ، بالعموم اتنے کمزور ہیں کہ نہ وہ اپنے معاش کے وظائف پورے کر سکتے ہیں نہ خانہ داری کے۔ اُن کی صحت اور جسمانی قوتوں کے لیے نافع و مفید ریاضیوں کی تجاویز۔
۲۔ بے کار اور تنگ معاش افراد کے لیے وسائل معاش تلاش کرنا۔
۳۔ قرض دار مسلمانوں کے لیے قرض سے خلاص حاصل کرنے کی تدابیر۔

حکومت کے قوانین: ۱۔ حکومت کے جو قوانین مسلمانوں کی دینی زندگی پر اثر انداز ہوں اور اُن سے خلافِ شرع عمل پر مجبور ہونا پڑے، اُن میں ترمیم کرانے کی کوشش۔

۲۔ جو مقدمات شریعت کے مطابق فیصلہ ہوتے ہیں اُن کی سماعت کے لیے گورنمنٹ سے اسلامی کچہریوں (دار القضاء) کا مطالبہ۔

نکاح: ۱۔ نابالغی کے نکاحوں کے متعلق غور اور اس امر میں مفید رہنمائی۔

۲۔ نکاح کے بعد کثیر الوقوع مشکلات کے سدِ باب کے لیے ایسے کابین ناموں کی ترتیب و تجویز جو عند الضرورت نافع و کار آمد ہوں۔

۳۔ مسائلِ نکاح، طلاق، مہر، عدت، اور اُس کے متعلقات پر مشتمل ایک ایسی کتاب مرتب کرنا جس کو کم علم بھی سمجھ سکیں۔ اور نکاح خوانوں پر اُس کا مطالعہ لازم کر دینا اور نکاح خوانی کے لیے کانفرنس کی طرف سے سند دینا۔ یہ سند اسی شخص کو دی جائے جو کتاب کو اچھی طرح سمجھ کر امتحان میں کامیابی حاصل کرے۔

اوقاف: ۱۔ اوقاف کے متعلق بہترین تجاویز۔

پاکستان: ۱۔ آئینِ شریعتِ اسلامیہ کے مطابق فقہی اصولوں پر ایک آزاد با اختیار حکومت کا مطالبہ۔

مسلم لیگ: ۱۔ تمام ایسے امور میں جس سے اسلام اور مسلمین کو فائدہ پہنچے۔ سنی کانفرنس، مسلم لیگ اور ہر جماعت کی بے دریغ تائید کر سکتی ہے اور دینی امور میں سنی کانفرنس، مسلم لیگ اور ہر جماعت کی اصلاح اور صحیح رہنمائی کا حق رکھتی ہے اور کسی کی غلط روی کی مؤید نہیں۔" [۱۵]

---

[۱۵] خطباتِ آل انڈیا سنی کانفرنس" از محمد جلال الدین قادری ص ۱۰۵ بحوالہ ہفت روزہ "دبدبہ سکندری" رامپور جلد ۸۴ شمارہ ۱۶ بابت ۱۹ اپریل ۱۹۴۶ء ص ۵

قارئین کرام! آپ نے سُنّی کانفرنس بنارس کا دعوت نامہ اور کانفرنس میں غور و خوض اور منظوری کے لیے پیش آنے والے مسائل کی پُوری پُوری تفصیل ملاحظہ فرمالی ہے، ذرا غور فرمایئے کہ یہ دعوت نامہ اور مسائل کتنے دُور رس نگاہ اور نتائج کے حامل ہیں۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ اور اُن کے مخلص ساتھی حضرۃ صدر الافاضل رحؒ کی علمی اور ادبی لیاقت اور بالغ نظری کی داد دیجئے کہ انہوں نے آج سے تقریباً نصف صدی قبل قوم کو پیش آنے والے مسائل کے حل کے لیے کس قدر جامع پروگرام مرتب کر کے انقلابی قدم اٹھایا تھا۔ اے کاش کہ عصرِ حاضر کے علماء و مشائخ بھی حضرت امیر ملتؒ کے نقوشِ پا کو اپنے رہبر اُصول بنا کر قوم کی اصلاح، تربیت اور انقلابی رُوح پھونکنے کا عزم مصمّم کریں۔

آل انڈیا سنّی کانفرنس بنارس کا یہ فقید المثال اجتماع نہایت شان و شوکت سے انعقاد پذیر ہوا۔ علمائے کرام اور مشائخ عظام کا جذبہ روحانی اور سوادِ اعظم اہل سنّت کے عامّۃ النّاس کا اپنے اکابر پر غیر متزلزل اعتماد انہیں کشاں کشاں بنارس لے آیا۔ ملک کے طول و عرض سے علماء و مشائخ، وکلاء، اُمراء، تجّار، محنت کش، مزدور غرضیکہ ہر طبقہ کے مسلمان کثیر تعداد میں شامل ہوئے۔

اس کانفرنس میں پانچ صد مشائخ عظام، سات ہزار علمائے کرام اور دو لاکھ سے زائد عوام نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں لندن سے آئے ہوئے وزارتی مشن لارڈ کرپس وغیرہ کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ لیکن، اُن لوگوں نے اجلاس کے آخر میں اپنی مصروفیات کی بنا پر عدم پر معذرت کا تار بھیج دیا۔ [۱۶]

وزارتی مشن کو دعوت اس لیے دی گئی تھی کہ وہ بطور گورنمنٹ کے نمائندہ وفد کے مسلمانانِ ہند کی شوکت اور اُن کے سیاسی مؤقف کو بچشمِ خود دیکھ لیں۔ سوادِ اعظم کے اجتماعی مؤقف اور

---

[۱۶] [illegible] حکیم محمد حسین بدر مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۱۳

مسئلہ پاکستان کی حمایت میں اتنا عظیم اجتماع اُس دور میں ایک تاریخی مثال ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت امیرِ ملّت نے پیرانہ سالی، ضعف اور نقاہت کے باوجود کانفرنس میں کرسیِ صدارت کو زینت بخشی۔ [۵۶]

یہ اجلاس بڑے ہنگامے کا اجلاس تھا۔ حضرت امیرِ ملّت قدس سرہٗ نے حسبِ عادت فی البدیہہ خطبہ ارشاد فرمایا اور آپ نے مسلم لیگ اور مسلم لیگ کی قرارداد لاہور (یعنی مطالبہ پاکستان) کی شدّ و مد کے ساتھ حمایت فرمائی اور تمام مسلمانوں کو تلقین فرمائی کہ قائدِ اعظم کی حمایت و اعانت میں کمربستہ ہو جائیں۔ حضرت امیرِ ملّت حق گوئی میں بغایت بیباک تھے۔ اجلاس سے قبل بلکہ بنارس پہنچنے سے پہلے کئی مخلص عقیدت مند خدمتِ والا میں عرض کر چکے تھے کہ اجلاس میں مسلم لیگ اور مطالبۂ پاکستان کی حمایت میں کچھ کہنے سے اجتناب فرمائیے کیونکہ بعض کانگرسی علماء نے ہنگامہ کر کے اس جلسے کو سبوتاژ کرنے کا عہد کر رکھا ہے۔

چنانچہ حسبِ توقع جلسہ کو درہم برہم کرنے کے لیے شور و غوغا مچا، قائدِ اعظم پر کفر کے فتووں کا اعلان ہوا۔ غرض خوب ہنگامہ ہوا۔ مگر حضرت امیرِ ملّت قدس سرہٗ، اپنے موقف سے ذرا نہ ہٹے۔ آپ نے دلائلِ قاطعہ سے قائدِ اعظم اور مسلم لیگ کی حمایت فرمائی اور اس ارشادِ باری تعالیٰ کا حوالہ دیا کہ :۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَہُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۔ (پارہ ۱۶ سورہ مریم : ۹۶)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے۔ خدا اُن کی محبت (مخلوقات کے دل میں) پیدا کر دیگا

تم بتلاؤ، ہے کوئی مائی کا لال مسلمان جس کے ساتھ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان قائدِ اعظم ایسی والہانہ محبت رکھتے ہوں۔ یہ تو قرآن

---

[۵۶] خطباتِ آل انڈیا سنّی کانفرنس، ص ۱۰۸

شریف کا فیصلہ ہے۔ اب رہی میری عقیدت، تم اُس کو کافر کہو، میں اُس کو ولی اللہ کہتا ہوں۔" (یاد رہے کہ قائد اعظم حضرت امیر ملت کے فیضِ صحبت سے تہجد گزار بن چکے تھے۔ قصوری)

آپ کے اس مدلل، دندان شکن اور مسکت جواب کے بعد صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور فخرِ اہلسنت مولانا عبد الحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہم نے آپ کی پُر زور تائید کی اور تحریک پاکستان کی حمایت میں زوردار تقریریں کیں۔ مولانا عبد الحامد بدایونی کی تقریر تو تین گھنٹے تک جاری رہی۔ بڑے ہنگامے کے بعد آخر کار مخالفین (کانگرسی ایجنٹوں) کو منہ کی کھانا پڑی اور تمام حاضرین نے مسلم لیگ اور مطالبۂ پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا۔ پھر تو "امیر ملت زندہ باد" "مسلم لیگ زندہ باد" اور "پاکستان زندہ باد" کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھا۔
فریق مخالف کو خاموشی سے راہِ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی اور صورت نظر نہ آئی [۱۸]

سنی کانفرنس کے اس اجلاس میں جو قرار دادِ پاکستان سے متعلق بالاتفاق منظور ہوئی وہ یہ ہے:-

۱- آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبۂ پاکستان کی پُر زور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہلسنت، اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں، اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں، جو قرآن کریم اور حدیث نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔

۲- نیز یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کے لیے مکمل لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیے حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے:-

---

[۱۸] "سیرتِ امیر ملت" ص ۵۴۷، "ماہنامہ" انوار الصوفیہ" قصور، اکتوبر ۱۹۷۱ء ص ۱۵
"امیر ملت اور آل انڈیا سنی کانفرنس" ص ۵۲، ۵۳۔

۱۔ صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ (ف ۱۹۴۸ء)
۲۔ صدر الشریعت حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمیؒ (ف ۱۹۴۸ء)
۳۔ مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلویؒ (ف ۱۹۸۱ء)
۴۔ مبلغ اسلام حضرت شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھیؒ (ف ۱۹۵۴ء)
۵۔ فخر اہلسنت، حضرت مولانا عبد الحامد بدایونیؒ (ف ۱۹۷۰ء)
۶۔ محدث اعظم ہند حضرت سید محمد محدث کچھوچھویؒ (ف ۱۹۶۱ء)
۷۔ حضرت مولانا سید آل رسول علی خاںؒ سجادہ نشین اجمیر شریف (ف ۱۹۷۴ء)
۸۔ حضرت مولانا سید ابو البرکات سید احمدؒ ناظم حزب الاحناف لاہور (ف ۱۹۷۸ء)
۹۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سجادہ نشین سیال شریف (سرگودھا) (ف ۱۹۸۱ء)
۱۰۔ مجاہد اسلام حضرت پیر عبد الرحمٰنؒ بھرچونڈی شریف (سندھ) (ف ۱۹۶۰ء)
۱۱۔ حضرت پیر محمد امین الحسناتؒ، مانکی شریف (سرحد) (ف ۱۹۶۰ء)
۱۲۔ حضرت الحاج بخشی مصطفےٰ علی خاں میسوریؒ مدنی (خلیفہ امیر ملت، (ف ۱۹۷۴ء)
۱۳۔ حضرت مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادریؒ لاہور (ف ۱۹۶۱ء)

۳۔ یہ اجلاس کمیٹی کو اختیار دیتا ہے کہ مزید نمائندوں کا حسبِ ضرورت و مصلحت اضافہ کرلے، یہ لازم ہوگا کہ اضافہ میں تمام صوبجات کے نمائندے لیے جائیں۔

آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کی منظور کردہ تجاویز اور قراردادوں کو پڑھنے سے اس سوال کا جواب بخوبی مل سکتا ہے کہ مسلم لیگ جیسی "مسلم نمائندہ جماعت" کی موجودگی میں آل انڈیا سنی کانفرنس" کا قیام اور اُس کی فعال کارکردگی وقت کی ایک "اہم ترین ضرورت" تھی، چونکہ مسلم لیگ کا نصب العین صرف ایک اسلامی ریاست کا قیام تھا (جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حاصل ہوگیا۔) مگر آل انڈیا سنی کانفرنس کا نصب العین اِس سے کہیں ارفع تھا۔ سنی کانفرنس،

سیاسی امور میں مسلم لیگ کی ہم نوا اور حامی تھی، لیکن وسیع تر مقاصد جن کی ایک جھلک آپ گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں، اُن کے حصول کے لیے سنّی کانفرنس کا علیحدہ وجود ازبس ضروری تھا۔ تاکہ حضرت امیر ملتؒ کی مقدس قیادت میں ملتِ اسلامیہ میں عقابی رُوح بیدار کی جا سکے۔

چنانچہ سنّی کانفرنس بنارس کے بعد حضرت امیر ملتؒ نے پیرانہ سالی کے باوجود شہر شہر قصبہ قصبہ اور گاؤں گاؤں جا کر سنّی کانفرنس کی شاخوں کو حیاتِ نو بخشی اور حصولِ پاکستان کی جدوجہد کو تیز تر کیا۔ حتیٰ کہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ہمیں سورج سے بھی روشن منزل، پاکستان کی صورت میں مل گئی [۱۹]

---

[۱۹] "خطباتِ آل انڈیا سنّی کانفرنس" ص ۱۰۹، ۱۱۰۔ "حیاتِ صدر الافاضل" ص ۱۸۹، ۱۹۰۔

تحریکِ پاکستان اور امیرِ ملت رحمہ اللہ

آزادی کے لیے علمائے اہل سنت کی مجاہدانہ کاوشیں

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے۔ کہ دنیا بھر کی مختلف سیاسی تحریکوں میں عموماً اور تحریکِ پاکستان میں خصوصاً اہل علم و فضل کا کردار ہمیشہ دُور رس اور فیصلہ کن رہا ہے، زندگی میں مذہب ایک بڑی طاقت اور علماء اس کا نمایاں مظہر ہیں۔ کسی ملکی تحریک میں اس وقت تک حیات و حرکت ناممکن ہے، جب تک علماء کی عملی شمولیت اُس میں نہ ہو۔ برصغیر کے طول و عرض میں جذبۂ آزادی کی آگ بھڑکانا۔ عوام میں جذبات حریت کو بیدار کرنا۔ اور ان کو منظم کر کے ایک نہیں، دو بڑی اور مکار طاقتوں کے مقابلے میں لانا جاگیرداروں اور نوابوں کے بس کا روگ نہ تھا۔ یہ دراصل ان علماء و مشائخ کا کارنامہ ہے جو عوام کے درمیان رہتے، ان کے سُکھ دکھ میں شریک ہوتے اور اپنی علمی، عملی اور روحانی وجاہت سے ان پر اثر انداز ہوتے ہیں، چنانچہ یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ دُنیا میں جہاں کہیں مسلمانوں کی آزادی و عزت کے لیے تحریک چلی اس میں اول و آخر بنیادی کردار ان ہی کا رہا ہے۔ مسلم عوام پر علماء کا یہی وہ اثر تھا، جسے بعض ابن الوقت قسم کے لوگوں نے منفی مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا، جو مسلم امہ کے زوال و اضمحلال کا ایک بڑا سبب رہا ہے، دُور نہ جائیے ہندوستان کی دو صد سالہ تاریخ پر ایک نظر ڈال لیجئے۔ اسلام اور مسلمانوں کی عزت کی بحالی کے لیے قربانیاں دینے والے بھی علماء ذی وقار ہی تھے اور انگریزی اقتدار کے لیے زمین ہموار کرنے والے بھی علماء ہی کہلاتے تھے اوّل الذکر طبقہ میں علامہ فضل حق خیر آبادی۔ مولانا احمد اللہ شاہ راماسی، مولانا کافی مراد آبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی رحمہم اللہ، ان کے سینکڑوں ساتھی اور

لاکھوں عقیدتمند، انہی کے اخلاف میں مولانا معین الدین اجمیری۔ امام شاہ احمد رضا خان بریلوی۔ مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی، مولانا صدر الافاضل نعیم الدین مرادآبادیؒ۔ مولانا حامد رضا خاں بریلوی۔ مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلوی۔ مولانا امجد علی مصنف بہار شریعت۔ مولانا عارف اللہ قادری۔ علامہ عبدالغفور ہزاروی۔ مولانا عبدالحامد بدایونی اوران کے روح رواں امیر ملت سید پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری۔ سید احمد سعید کاظمی۔ مولانا حسرت موہانی۔ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد لائل پوری۔ پیر آف مانکی شریف۔ پیر زکوڑی شریف اوران کے لاکھوں تلامذہ۔ عقیدت منداور متوسلین۔

ثانی الذکر یعنی انگریزی اقتدار کے لیے دامے درمے، سخنے قدمے جہاد کرنے والوں میں۔ سید احمد بریلوی، شاہ اسماعیل دہلوی، مولوی خرم علی اوران کے کئی دوسرے متعلقین ان کے اخلاف میں مولوی مملوک علی۔ سر سید احمد خاں۔ شبلی نعمانی۔ ابوالکلام آزاد۔ ڈاکٹر ذاکر حسین عطاء اللہ شاہ بخاری۔ اوران کے جال میں پھنسنے والے ہزاروں سادہ لوح۔

جنگ آزادی کے آخری مراحل اور علمائے اہل سنت کے کارنامے

امیر ملّت کی قیادت و سیادت

ہندوستان پر انگریزی تسلّط سے لے کر قیام پاکستان تک کے ایک صدی پر محیط عرصہ دراز میں مسلمانانِ ہند بالعموم اوران کے قائدین علمائے اہل سنت بالخصوص ایک آن کے لیے بھی چین سے نہیں بیٹھے۔ سینکڑوں علماء و مشائخ برطانوی سامراج کے خلاف صف آرا ہوگئے عوام کے دوش بدوش جہاد آزادی میں حصّہ لیا۔ قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں، جائدادیں ضبط کروائیں، عہدہ و دولت سے محروم ہوئے۔ عبور دریائے شور اور کالاپانی کی اسیری جیسی مصیبتیں برداشت کیں۔ اور بہت سارے علماء کرام دیگر مجاہدین کے ہمراہ تختہ دار پر جھول گئے یہ

سب کچھ برداشت کیا مگر انگریز کی غلامی قبول نہ کی۔

مسلمانانِ ہند کی قربانیوں سے بھری ہوئی تاریخ ہند قریب قریب ۱۰۰ سالہ مدت دراز پہ پھیلی ہوئی ہے۔ ان سب کی تفصیل جاننا اور اُسے بیان کرنا ناممکن ہے۔ لہٰذا تاریخی صفحات سے چند اہم حوالہ جات اس سلسلہ میں ذکر کر دینا مناسب رہے گا۔

۱۷-۱۸-۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء مطابق ۲۰-۲۱-۲۲ شعبان ۱۳۴۳ھ کو کل سنی کانفرنس مراد آباد۔ یوپی کے اجلاس میں حضرت امیر ملت نے اپنے خطبۂ صدارت میں مسئلہ خلافت۔ ترکی میں جمہوری انقلاب اور اس کی کامیابی کے لیے دعا فرمائی۔ ترکی میں جمہوری انقلاب کے ساتھ ہی خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ خود ترکوں کے ہاتھوں سے ہو گیا۔ کچھ ہی عرصہ بعد متعصب ہندو مہاسبھائیوں نے مسلمانوں کو زبردستی ہندو بنانے کے لیے سنگٹھن کی تحریک شروع کر دی۔ حضرت امیر ملت نے مسلمانوں کو فتنۂ ارتداد سے بچانے کے لیے علماء کو ساتھ لے کر تمام متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا۔ عوام کے ایمان بچانے کے لیے جگہ جگہ جلسے اور کانفرنسیں کیں۔ اسلام کی حقانیت بیان کی اور لاکھوں متاثرین کو ارتداد سے بچایا۔ آپ نے جگہ جگہ مساجد و مدارس قائم فرمائے۔

شفا خانے بنائے۔ کنویں اور سرائیں تعمیر ابنیں۔ تعلیمی اداروں میں مدرسین و خطباء کا تقرر فرمایا۔ انجمن خدام الصوفیہ نے اس موقع پر تحریری۔ اور قابل صد فخر مالی معاونت کا کارنامہ سرانجام دیا۔ حضرت امیر ملت اور آپ کے متوسلین و رفقائے کی مخلصانہ مساعی کا یہ نتیجہ نکلا کہ شدھی یا سنگھٹن کی یہ وبا اپنی موت آپ مر گئی اور اللہ تعالیٰ نے امتِ مرحومہ کو ایک بڑے فتنہ سے بچا لیا۔"

ملخصاً خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس از محمد جلال الدین قادری ص ۲۰۵ طبع گجرات۔

یہی نہیں بلکہ مسلمانوں کو آئندہ ان جیسے فتنوں سے بچانے کے لیے بڑی مفید تجاویز

بھی زیرِ عمل لائی گئیں۔ جن کا خاطر خواہ فائدہ ہوا"

نیز اس خطبہ صدارت میں آپ نے ان گمراہ فرقوں کو بھی ادب و محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نکتہ پر متحد ہونے کی دعوت دی۔ کہ مسلمانوں کا اتحاد ہی ان کی قوت کا ضامن ہے چنانچہ آپ نے وہابیوں کو گستاخیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے باز آنے۔ روافض کو بغض صحابہ اور خوارج کو بغض اہلِ بیت سے تائب ہو کر زمرہ عشاق میں شامل ہونے کی اپیل فرمائی اور فرمایا یہ لوگ ہم سے الگ ہو گئے ہیں اور اختلاف و افتراق کا الٹا الزام بھی ہمیں دیتے ہیں" صد ۲۱۶

آپ نے اس کانفرنس میں اپنے خطبہ صدارت میں مسلمانوں کو علم دین کے ساتھ جدید عصری علوم کی تحصیل کی تلقین فرمائی" ایضاً۔ نیز بیاہ شادی اور دوسرے مواقع پر فضول خرچیوں سے بچنے کی تلقین فرمائی" ایضاً۔

آل انڈیا سنی کانفرنس —— بدایونی ۱۹۳۵ء

اس عظیم الشان کانفرنس میں اپنے خطبہ صدارت میں حضرت امیر ملت نے امت کو پیش آمدہ نو نکات پر مفصل روشنی ڈالی۔

۱۔ کفرزار ہند میں شہاب الدین غوری جیسے مجاہدین اور خواجہ غریب نواز اجمیری کے نقشِ قدم پر چل کر ہمہ جہت تبلیغ کی ضرورت۔

۲۔ علماء و روحانی زعماء میں اتحاد کی ضرورت۔ ان کی ذمہ داریاں۔ فکر و تدبر۔ قربانی ایثار۔ خشیت الٰہی۔

۳۔ غیر اللہ سے ڈرنے والا عالم، علم و انسانیت سے عاری ہے۔

۴۔ مسجد شہید گنج کی تحریک میں علما کی ذمہ داریاں۔

۵۔ برصغیر میں مسلمانوں کے مسائل اور ضروریات۔ شرعی قوانین نکاح۔ طلاق۔

خلع ۔ ارتداد ۔ وراثت ۔ حسبہ کا نفاذ ۔ اوقاف ۔ مساجد و مقابر کی حفاظت ۔

۶۔ عالم اسلام کی حالت زار پر شدید صدمہ کا اظہار ۔ نجد میں ابن سعود اور حبشہ میں اطالویں کے مظالم ۔

۷۔ مقامات مقدسہ کے احترام و تحفظ کا مطالبہ وہابیت و حنفیت کا مسئلہ نہیں ۔

۸۔ مسلمانوں کی معاشی حالت کی بہتری کے لیے بیت المال کا قیام

۹۔ مسلمانوں کی باوقار زندگی کے لیے سیاسی محرکات ۔ اور ضروریات ۔ اتحاد بین المسلمین معاشی خوشحالی تجارت کی اہمیت اور طریق کار ۔ اسراف و تبذیر سے احتراز "

خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ص ۲۳۵-۶

اس سے پہلے مراد آباد میں آل انڈیا سنی کانفرنس کی تاسیس کے موقع پر اپنے خطبہ صدارت میں امیر ملت نے نو نکات پیش فرمائے ۔

"۱۔ مذہب اسلام کی حقانیت کے دلائل

۲۔ خادم الحرمین سلطنت عثمانیہ کی شکست اور خلافت ترکیہ کا عروج و زوال ۔

۳۔ سرزمین حجاز میں فتنہ وہابیت کے مظالم اور بیگناہ مسلمانوں کا قتل عام ۔

۴۔ نام نہاد اتفاق کی حقیقت اور اتحاد بین المسلمین کی ضرورت ۔

۵۔ فرقہ ہائے مختلفہ کا ظہور اتحاد کے بہروپ میں ان کی فساد انگیزی ۔

۶۔ اشاعت و تبلیغ اسلام کے سلسلے میں اہل سنت و جماعت کے اکابر کی خدمات ۔

۷۔ مسلمانوں کی نکبت و ذلت کے فوری اسباب ــــ اعتقاد میں کمزوری، اعمال حسنہ سے بیگانگی ، اور شعائر اسلام کی خلاف ورزی ۔

۸۔ رسومات بد کی اصلاح کا طریق کار

۹۔ معاشرتی ترقی کے اطوار ــــ علماء کی عزت ۔ دینی تعلیم کے ساتھ دنیوی تعلیم ۔ دیگر اقوام

کے دوش بدوش چلنے کے لیے ملازمت و تجارت"

خطبہ صدارت - امیر ملت آل انڈیا کانفرنس مراد آباد منعقدہ ۱۷ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء

خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس محمد جلال الدین قادری ص ۹۲-۹۳ طبع لاہور ۱۹۷۸ء

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مقاصد

دور تنزل میں مسلمانان ہند کی صحیح رہنمائی کے لیے اکابر اہل سنت نے جن مقاصد کے پیش نظر آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد رکھی اور برصغیر کے طول عرض میں اس تنظیم کے تحت متعدد کانفرنسیں منعقد کیں اور باہمی اتحاد و مودت کے جو انمٹ نقوش جریدۂ عالم پر ثبت فرمائے مناسب ہوگا کہ ان کا اجمالی تعارف کر دیا جائے۔

۱۔ غیر ملکی سامراج کی گراں بار زنجیریں توڑنا۔

۲۔ ہندؤں کے متعصبانہ طرز عمل سے مسلمانوں کو بچانا۔

۳۔ چند مدعیان اسلام کی خود غرضانہ اغراض کے تحت غیر اسلامی حرکات کا توڑ۔ دو قومی نظریہ کی پرزور تائید و تبلیغ اور تحریک پاکستان میں عملی جہاد" ص ۱۱۹ ایضاً

اس کانفرنس میں علمائے حق نے اتحاد، باہمی احترام۔ جانی و مالی قربانی۔ جہد مسلسل ایثار و اخلاص کی جو مثالیں قائم کیں۔ اگر ان کا عشر عشیر بھی آج کے اخلاف میں آجائے تو مسلم امہ کا مقدر بدل سکتا ہے۔ اور اہل سنت کی محرومیوں کا ازالہ ہو سکتا ہے۔ افسوس آج ہم نے اکابر کے وہ اوصاف حمیدہ یکسر ترک کر دیئے۔ علما علما سے اور مشائخ، مشائخ سے ہاتھ ملانے کے روادار نہیں۔ عوام کو کیا خاک متحد کریں گے؟

اے علما و مشائخ! ہوش میں آؤ!

اہل انڈیا سنی کانفرنس کے عظیم اجتماعات ہر دس سال کے بعد منعقد ہوتے تھے

پہلا اجلاس ۱۹۲۵ء میں مراد آباد۔ دوسرا اجتماع ۱۹۳۵ء میں بدایوں میں اور تیس
اجتماع ۱۹۴۵ء میں بنارس میں ہوا ان تینوں تاریخی اجتماعات کی صدارت حضرت ا
نے کی۔ بدایوں کی صدارت کے لیے حضرۃ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی قدس
کا نام اتفاقِ رائے سے منظور ہوا اور آپ صدر منتخب ہو گئے مگر آپ نے اعلان ف
ہیں حضرۃ (امیر ملت) کو یہ صدارت پیش کرتا ہوں میرے حمایت کرنے والوں کے
اور میرا اپنا ووٹ حضرت کے لیے ہے لہٰذا ہم سب کی درخواست ہے کہ آپ ص
قبول فرمائیں اس پر ہر طرف سے تائید کی صدائیں بلند ہوئیں اور حضرت قبلہ عالم ر
اتفاق رائے سے صدر منتخب ہو گئے۔" سیرت امیر ملت ص ۲۷۴ یاد رہے کہ آل انڈیا
کانفرنس کے تاحیات صدر حضرت امیر ملت اور جنرل سیکرٹری (ناظم اعلیٰ) حضرت صد
مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہما اللہ رہے۔ محبت و مودت، باہمی احترام و وقار
آج کے علما و مشائخ کے لیے ایک سوالیہ نشان ہے۔ کہ وہ جو ہاتھ جھاڑ کے ایک
کے پیچھے پڑے عمریں ضائع کر رہے ہیں اور امت کو پریشانی و مایوسی کے دلدل میں
رہے ہیں وہ دین ملت یا اپنے اسلاف کرام کی کونسی عقیدت و محبت کا ثبوت د
ہیں؟ ؎ ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

وصلی اللہ علی الحبیب الشفیع الکریم وآلہ وصحبہ وامتہ وبارک وسلم

الراقم: مفتی عبد القیوم خان، شیخ الحدیث جامعہ جماعتیہ حیات القرآن
پاپڑ منڈی شاہ عالمی لاہور

ارشاد الحق ولد شیخ سردار احمد

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

جھنگ صدر

مغل آباد 628727